جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، کانپور

تعارف وخدمات

تحریر : مولانا سید محمد عبدالسمیع ندویؒ

اضافہ وتکمیل : سید محمد عبدالرشید ندوی

ناشر

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، کانپور

۷۲/۹۸ ناظر باغ، کان پور-۲۰۸۰۰۱ (یوپی)

Jamiat Markazia Tabligh-ul-Islam, Kanpur

By : (Late) M.A. Abdus Sami Nadwi   Edit by : M.A. Abdul Rasheed Nadwi

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام

ہر خیال اور ہر عقیدے کے مسلمانوں کا مرکز ہے، متفقہ اصول اسلام کی تبلیغ واشاعت اس کا بنیادی مقصد ہے، اور یوم تاسیس یعنی فروری ۱۹۲۳ء سے ایک خالص مذہبی و تبلیغی ادارہ کی حیثیت سے کام کررہی ہے، وقتی سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا، اور نہ اب ہے۔

جمعیۃ کے مقاصد

(۱) مسلمانوں میں مذہبی تعلیم وتعلیمات کو پھیلانا اور ان کی مذہبی واخلاقی اصلاح وترقی کا انتظام کرنا۔

(۲) جمیع برادرانِ وطن کو اسلامی تعلیمات سے آشنا کرنا۔

(۳) انسداد فتنہ ارتداد کی کوشش کرنا، اور جدید حلقہ بگوشان اسلام کی امداد اور تعلیم وتربیت کرنا۔

(۴) مسلم علاقوں میں مدارس ومکاتب قائم کرنا، اور پہلے سے قائم شدہ مکاتب ومدارس کی امداد کرنا۔

(۵) غیر مسلم متلاشیان حق کو اسلامی لٹریچر مفت فراہم کرنا۔

(۶) اسلامی لٹریچر کو ہندی، انگریزی، اُردو میں منتقل کرنا اور اس کی طباعت واشاعت کرنا۔ اور ضرورتمندوں میں مفت تقسیم کرنا۔

(۷) بیوہ، یتیم اور مریض افراد کی مدد کرنا۔

"جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام" کی ساری جدوجہد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اہل خیر احباب کے تعاون سے جاری ہے، فی الوقت مندرجہ ذیل مدات میں اعانت کی ضرورت ہے:

(الف) اسلامی لٹریچر کی طباعت واشاعت کی مد میں۔

(ب) غیر مستطیع طلباء کے لئے تعلیمی وظائف کی مد میں۔

(ج) مکاتب ومدارس کی امداد کی مد میں۔

(د) ماہنامہ محکمات کے دوبارہ اجراء واشاعت کی مد میں۔

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام

۷۲/۹۸ ناظر باغ، کان پور-۲۰۸۰۰۱ (یوپی)

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، کانپور
تعارف وخدمات

شدھی وارتداد کے خلاف میدان عمل میں اترنے والی، پہلی جماعت
غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کی داعی اور اسلامی لٹریچر ہندی میں
منتقل کرنے والی سب سے پہلی تنظیم وتحریک

تحریر: مولانا سید محمد عبدالسمیع ندویؒ

اضافہ وتکمیل: سید محمد عبدالرشید ندوی

ناشر
جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام
۹۸/۷۲، ناظر باغ، کانپور (یوپی)

تفصیلات

نام کتاب	:	جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام-تعارف وخدمات
مرتب	:	مولانا محمد عبدالسمیع ندویؒ ومحمد عبدالرشید ندوی
کمپوزنگ	:	ندوی کمپیوٹر سروسیز، ندوہ روڈ، لکھنؤ-۲۰
طابع	:	ندوی آفسیٹ، ندوہ روڈ، لکھنؤ-۲۰
سنہ اشاعت	:	اپریل ۲۰۱۲ء
پہلا ایڈیشن	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۹۰/روپے

ملنے کے پتے

۱- مکتبہ ندویہ (دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ-یوپی)
۲-الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ-یوپی
۳-مکتبہ الشباب العلمیۃ، ندوہ روڈ، لکھنؤ-یوپی

فہرست

پیش لفظ

ہندوستان میں مسلمانوں کے جتنے بھی قابل ذکر دینی ادارے قائم ہیں ان کے قیام کے اپنے اپنے عہد میں مختلف محرکات وعوامل تھے جن کی بنا پر ان اداروں کا وجود ہوا، دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ، جمعیۃ علماء ہند، دارالمصنفین، ندوۃ المصنفین، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، جماعت اہل حدیث، جیسے اداروں کے نام اس ضمن میں لئے جاسکتے ہیں، ان ہی جماعتوں اور تحریکوں میں ایک جماعت اور تحریک ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' بھی ہے جو شدھی وسنگھٹن تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے فروری ۱۹۲۳ء میں معرض وجود میں آئی، لیکن اسے بہت جلد فراموش کردیا گیا، شدھی تحریک کا مقابلہ کرنے کا ذکر تو بہت سی کتابوں اور مقالات ومضامین میں ملتا ہے، لیکن ہر جگہ صرف تذکرہ ہی تذکرہ ہے، شدھی تحریک کا مقابلہ کن افراد نے کیا، یا کس تحریک نے کیا، اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس کے پیچھے کچھ گم نام قسم کے افراد تھے، جنہوں نے اپنے اخلاص اور عدم شہرت کے جذبہ کی وجہ سے جمعیۃ کے کاموں کی تشہیر نہیں کی اور نہ اپنی عظیم الشان خدمات کا کوئی چرچا کیا۔

سہ ماہی رسالہ ''تحقیقاتِ اسلامی'' علی گڑھ کے شمارہ جنوری-مارچ ۲۰۰۹ء پر نظر پڑی تو اس میں ایک مضمون ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی (مدینہ منزل، نیوسرسید نگر، علی گڑھ) کا ''بیسویں صدی میں تجدیدی تحریکات اور علماء'' نامی پڑھا تو اس کی درج ذیل عبارت نے مہمیز کا کام کیا اور جو کام میں اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے نہیں کر پا رہا تھا، اسے کسی طرح سے پورا کیا، اور اب وہ آپ کے سامنے حاضر ہے:

> ''ہندوستان کی دو تحریکیں جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت بیسویں صدی میں شروع ہوئیں، ان کے بانی بھی طبقۂ علماء میں سے تھے، ۱۹۲۱ء میں جب آریہ سماجیوں نے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چلائیں تو مسلمانوں نے ان کے بارے میں غور وفکر کیا، یہ ہندو تحریکیں دراصل

> ان مسلمانوں کو جو پہلے ہندو تھے بعد میں دائرۂ اسلام میں آ گئے تھے، دوبارہ ہندو بنانے کیلئے شروع ہوئی تھیں۔ مولانا محمد الیاس کاندھلوی نے تبلیغی تحریک کا آغاز کیا، انھوں نے ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء میں حج کیا اور پانچ مہینے مدینے میں قیام کیا، اس قیام کے درمیان ان کو خواب میں حکم دیا گیا کہ ''تم سے کام لیا جائے گا''.....حج سے واپسی کے بعد مولانا نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جماعتیں بنا بنا کر گرد ونواح میں بھیجنا شروع کردیا۔ انھوں نے اس کام کا آغاز میوات سے کیا.....(صفحہ ۹۲و۹۳)

پورا مضمون پڑھ جایئے اس میں بھی اس بات کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ ''شدھی'' اور ''سنگھٹن'' کے خلاف کن مسلمانوں نے غور وفکر کیا اور ان کے کیا نام تھے، پھر ان مسلمانوں نے ان دونوں ہندو تحریکوں کا مقابلہ کیسے اور کیونکر کیا؟ جبکہ مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہندوؤں کی ان دونوں تحریکوں کا مقابلہ تبلیغی جماعت نے کیا۔

اس کے علاوہ مذکورہ بالا عبارت کے مطابق ''شدھی'' اور ''سنگھٹن'' تحریکیں ۱۹۲۱ء میں شروع ہوئیں اور ان کے مقابلہ کے لئے ۱۹۲۶ء میں یعنی چھ سال بعد تبلیغی جماعت حرکت میں آئی، تبلیغی جماعت نے اپنے وجود سے پہلے یا مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ''شدھی اور سنگھٹن'' تحریکوں کا مقابلہ کب اور کیسے کیا؟ کتنے مرتدین کو دائرہ اسلام میں واپس لائے اور کتنے ہندوؤں کو مسلمان کیا اور غیر مسلموں میں کون سی دینی خدمات انجام دیں، اگر اس پہلو پر بھی کوئی روشنی ڈال سکے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔

والد گرامی مولانا سید محمد عبدالسمیع ندوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۹۵ء) جمعیۃ اور تبلیغی جماعت کی خدمات کے بارے اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

> .....جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام اور تبلیغی جماعت دونوں کا کام ۱۹۲۳ء میں آریوں کی تحریک ارتداد ''شدھی وسنگھٹن'' کے زمانے میں شروع ہوا۔
>
> جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام سیاسی اور اجتماعی طور پر Defence میں مشغول

ہوئی ہزار ہا ہزار مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچایا، گاؤں گاؤں مکاتب قائم کئے، مسلمانوں کے لئے مسجدیں بنوائیں، غیر مسلم باشندوں نے جن مسلمانوں کو سرکاری مقدمات میں پھانسنے کی کوشش کی ان کی طرف سے پیروی کرکے ان کو آزاد کرایا، اس ضروری کام سے فراغت کے بعد جنوبی ہند اور مدھیہ پردیش میں غیر مسلم اقوام، خصوصاً اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی، سالہا سال تک تشدد، سختی اور سازشوں کے باوجود کام کرتی رہی، سیکڑوں افراد کو دائرہ اسلام میں داخل کرکے ان کی تعلیم وتربیت کا بار اٹھایا......

۱۹۴۷ء کے فسادات اور ہند پاکستان تقسیم کے بعد جمعیۃ کی مجموعی ذمہ داریوں کا بار مولانا سید محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۱ء) پر آگیا، حکومت چونکہ اس قوم کے ہاتھوں میں آگئی تھی جن میں یہ حضرات دین کی دعوت کا کام کر رہے تھے، اس لئے حکومت نے جمعیۃ کے کاموں کی نگرانی شروع کر دی، حالات سے مجبور ہو کر کام کو لٹریچر کی اشاعت میں محدود کرنا پڑا، مسلمانوں کے مصالح کے پیش نظر جن علاقوں میں کام پھیلا ہوا تھا وہاں سے سمیٹنا پڑا.....

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا کام چونکہ غیر مسلم حضرات میں نہیں تھا صرف مسلمانوں ہی میں وہ اصلاح وتبلیغی کام کر رہے تھے اس لئے ۱۹۴۷ء کے فسادات، ملکی تقسیم، حکومت سے مسلمانوں کے بے دخل ہو جانے کا کوئی اثر اس کام پر نہیں پڑا، اور وہ الحمد للہ روز افزوں ہے.......

(ماخوذ از کتاب ''مولانا سید محمد عبدالسمیع ندویؒ حیات وخدمات، اوصاف وکمالات'' ۱۶۴-۱۶۵)

۱۹۲۳ء میں شدھی اور سنگھٹن کے خلاف جو جماعت منظم طور پر سب سے پہلے آگے بڑھی وہ ''جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ'' آگرہ اور ''جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ'' تھی، یہ دونوں جماعتیں ۲۵/ستمبر ۱۹۲۳ء کو ایک دوسرے میں ضم ہوگئیں اور اس جماعت کا نام ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' رکھا گیا، آگرہ کے آفس کو صوبائی ہیڈ کوارٹر بنا دیا گیا اور انبالہ کے آفس کو مرکزی ہیڈ

کوارٹر قرار دیا گیا۔ جس وقت یہ تحریک اٹھی اس وقت پورا میدان صاف تھا، نہ کوئی جماعت ادھر متوجہ تھی نہ بڑی بڑی شخصیات اور علماء میں سے کوئی ادھر توجہ دے رہا تھا، ہندوستان کی یہ وہ واحد تحریک ہے جس نے سب سے پہلے ہندوؤں کی تحریک ''شدھی'' اور ''سنگھٹن'' کا مقابلہ کیا، اس کے افراد نے ان علاقوں کا دورہ کیا جو ارتداد سے متاثر تھے، جاہل اور دین سے بے بہرہ مسلمانوں کو ارتداد کی راہ سے ہٹایا اور غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کا کام شروع کیا، نومسلموں کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا، مدارس کھولے، کنویں کھدوائے، فسادات میں گرفتار کئے گئے مسلمانوں کی قانونی مدد کی، اور ہندوستان میں سب سے پہلے اسلامی لٹریچر کو ہندی زبان میں منتقل کرنے کی نہ صرف دعوت دی بلکہ اس سلسلہ میں عملی قدم بھی اٹھایا، رحمۃ للعالمین (مولانا قاضی سلیمان منصور پوری) ترجمان القرآن (مولانا ابوالکلام آزاد) رحمت عالم (علامہ سید سلیمان ندوی) کا ہندی ترجمہ کرایا، رحمت عالم کا انگریزی ترجمہ بھی کرایا، اس کے علاوہ اسلام کا مہرشی، قرآن امرت، مسلم کا کفن دفن، اسلام مت کے عقیدے، یازدہ سورہ، یازدہ سورہ مع چالیس احادیث نامی کتابیں ہندی زبان میں مرتب کرا کے شائع کیں اور انہیں مفت تقسیم کیا، ساتھ ہی ساتھ ہندی اور اردو دونوں زبان میں مشترکہ ماہنامہ رسالہ ''اسلام'' کا اجراء کیا جو جنوری ۱۹۳۶ء سے اگست ۱۹۴۱ء تک جاری رہا۔

غالباً ۱۹۳۵ء میں گورکھپور کے ارتداد والے علاقے کے چھ لڑکے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم کی غرض سے داخل کرائے گئے جن پر ماہانہ مصارف صرف خورد ونوش پر مبلغ ۴۲/روپیہ جمعیۃ برداشت کرتی رہی، ان ہی لڑکوں میں سے ایک ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب مرحوم سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ہیں، جو عربی ادب سے متعلق کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور حال ہی میں (غالباً ۲۰۰۲ء میں) ان کا انتقال ہوا ہے۔

اسی طرح جمعیۃ نے جنوبی ہند (ناگپور) کے ۱۷/نومسلم طلباء کو ۲۲/جولائی ۱۹۳۷ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل کرایا، چونکہ ناظم ندوۃ العلماء جناب ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کو غیر مسلمو میں اشاعتِ اسلام کے کام سے عملی دلچسپی تھی اس لئے انہوں

نے مولوی نجم الدین صاحب کو ان کی تعلیم وتربیت ونگرانی کا ذمہ دار بنایا، اوران کے اخراجات کا بار جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام اٹھاتی رہی۔

اس کے علاوہ جمعیۃ کے مبلغین نے اپنی کوششوں سے ۱۹ر مئی ۱۹۳۶ء میں ملک کے مشہور ومعروف لیڈر موہن لال کرم چند گاندھی کے صاحبزادے ہیرالال گاندھی کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا، بالآخر وہ جمعیۃ کے مبلغ حکیم سمیع اللہ میکش انصاری صاحب کے ہاتھوں پر مشرف بہ اسلام ہوا اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ پھر ان کی صدارت میں ایک عظیم الشان کانفرنس کانپور میں منعقد کی گئی جو بڑے اچھے اثرات کی حامل تھی۔

یہی نہیں بلکہ اس جمعیۃ کے افراد نے جنوبی ہند کے اچھوتوں کے سب سے بڑے لیڈر ڈاکٹر امبیڈکر اور ان کے رفیق کار ڈاکٹر سولنکی کو دائرہ اسلام میں لانے کی مسلسل جدوجہد کی، لیکن اس کے اغراض ومقاصد چونکہ سیاسی تھے اس لئے وہ اسلام نہیں لائے، لیکن پھر بھی اس علاقے کے سیکڑوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوگئے، اگر ڈاکٹر امبیڈکر مسلمان ہوگئے ہوتے تو آج ہندوستان کی اکثر اچھوت برادری مسلمان نظر آتی۔

آپ کو شاید یاد ہو کہ ۱۹۸۳ء میں جنوبی ہند کے میناکشی پورم کے ہریجنوں کے متعدد گاؤں کے گاؤں مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے، بہت ممکن ہے کہ اس میں دوسرے اسباب وعوامل کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ عمل دخل جمعیۃ کی تین سالہ جدوجہد اور کوششوں کا بھی رہا ہو، جو ایک طویل عرصے کے بعد بار آور ہوئیں۔ جمعیۃ کی اس جدوجہد کی کچھ تفصیل آپ ۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء کی روئداد میں ''اچھوتوں میں اشاعت اسلام'' کے عنوان کے تحت ملاحظہ کریں گے۔

غرض یہ کہ یہ جمعیۃ اور اس کے مؤسسین روزِ اول ہی سے میدانِ عمل میں ڈٹے رہے اور قابل قدر خدمات انجام دیں اور اب بھی یہ جمعیۃ کچھ نہ کچھ کام انجام دے رہی ہے۔

علامہ اقبال کے چونکہ سید غلام بھیک نیرنگؒ سے بہت قریبی تعلقات تھے، بلکہ دعوت وتبلیغ کے کاموں میں وہ نیرنگ صاحب کا ہر طرح کا تعاون کرتے تھے، وہ ابتداء ہی میں (اکتوبر ۱۹۲۳ء میں) جمعیۃ کے ممبر بن گئے، ۱۹۳۶ء میں جب اچھوتوں کی ایک کانفرنس

نے جس کی تعداد دس ہزار نفوس بیان کی گئی تھی ایک ریزولیشن پاس کیا کہ ''اچھوتوں کو ہندو دھرم چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کر لینا چاہئے'' تو اس کی صدائے بازگشت دیگر ممالک کے علاوہ مصر بھی پہنچی، جامعہ الازہر قاہرہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ''اچھوتوں میں تبلیغ اسلام'' کا کام کرنے کے لئے ازہر کے علماء کا ایک وفد ہندوستان بھیجا جائے، چونکہ علامہ اقبال کے علم وفضل کا شہرہ تمام ممالک اسلامیہ میں پہنچا ہوا تھا اس لئے شیخ الازہر شیخ مصطفیٰ مراغی نے وفد بھیجنے کے سلسلہ میں علامہ اقبال کو خط لکھا، علامہ اقبال نے نیرنگ صاحب کو خط لکھا:

''کیا یہ ممکن ہے کہ آپ اس وفد کے ہمراہ ملک کا دورہ بطور پروپیگنڈہ سکریٹری کے کریں، اس سے بہت اچھے نتائج نکلیں گے، اور وفد کو آپ کے معلومات اور مشوروں کے امیال وعواطف سے بے حد فائدہ پہنچے گا۔''

نیرنگ صاحب کے جواب دینے سے پہلے ہی علامہ اقبال کا ایک دوسرا خط نیرنگ صاحب کو وصول ہوا جس میں تحریر تھا:

''مصری وفد کی ہر طرح حوصلہ افزائی کرنا چاہئے، اس کے نتائج نہایت دوررس ہونگے، آپ ضرور ان کے ساتھ دورہ کریں، یہ واقعہ ہندوستان بلکہ اسلام کی تاریخ میں یادگار رہوگا، آپ کا جواب آنے پر میں شیخ الجامعہ ازہر کا اصل خط ارسال کروں گا تاکہ آپ بھی ان کو ایک علیحدہ خط لکھ سکیں، میں خط میں ان کو لکھدوں گا کہ وہ آپ کے خط کا انتظار کریں۔''

بہر حال جامعہ ازہر کا یہ وفد ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۶ء کو بمبئی پہنچا، وفد کے سکریٹری شیخ حبیب احمد آفندی، اور اسسٹنٹ سکریٹری شیخ صلاح الدین التجار انگریزی داں تھے، رئیس وفد اور باقی دو ارکان عربی میں سوالات کرتے تھے، اور یہ دونوں نیرنگ صاحب کے جوابات کی ترجمانی کرتے تھے، یہ سلسلہ چار روز جاری رہا، اس کے بعد اس وفد نے ہندوستان کے مختلف شہروں (بمبئی، علیگڑھ، دہلی، بھوپال، رام پور، آگرہ، دیوبند، پشاور، لاہور وغیرہ) کا دورہ کیا۔ رئیس وفد کے طلب کرنے پر نیرنگ صاحب نے متعدد رپورٹیں انگریزی زبان میں

لکھ کران کے حوالہ کیں۔علامہ اقبال نے ۲۷ رجنوری ۱۹۳۷ء کو وفد کے اعزاز میں ایک ہوٹل میں لنچ دیا، نیرنگ صاحب کی موجودگی میں وفد کے مقصد سے متعلق وفد کی علامہ اقبال سے جو باتیں اور خاص مشورے ہوئے اس کی ایک ٹائپ شدہ یادداشت مرتب کرکے نیرنگ صاحب نے وفد کے حوالہ کی۔یہ وفد وسط مارچ ۱۹۳۷ء میں ہندوستان سے واپس چلا گیا۔(اقبال کے بعض حالات صفحہ ۲۰-۲۳) اس وفد کے بارے کچھ تفصیلات آپ ''اچھوتوں میں اشاعت اسلام'' کے عنوان کے تحت اسی کتاب میں ملاحظہ کریں گے۔

اس جمعیۃ کے صدر اور نائب صدر مختلف اوقات میں مختلف مشہور حضرات رہے ہیں جن میں چند قابل ذکر حضرات کے نام یہ ہیں: سر رحیم بخش رئیس ٹھسکہ میرانجی ضلع کرنال (پنجاب) نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی (رئیس حبیب گنج ضلع علی گڑھ) مولانا الحاج سید شاہ محمد فاخر بیخود اجملی (اگست ۱۹۳۰ء سے پہلے انتقال) مولانا حاجی قاری حافظ نثار احمد کانپوری مفتی آگرہ، (۱۹۳۰ء میں حج کے لئے گئے وہیں انتقال ہوا) مولانا شفیع الدین صاحب مہاجر مکی، مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، حکیم الامت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا سلطان حسن صاحب مفسر قرآن (مفتی آگرہ) مولانا محمد اویس نگرامی ندوی شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، مولانا شاہ واعظ حسن صاحب سجادہ نشین ٹیلہ والی مسجد لکھنؤ، سید تسلی حسن شاہؒ وغیرہ۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت جمعیۃ کا ہیڈ آفس انبالہ میں نذر آتش کر دیا گیا، برسہا برس کا ریکارڈ سوخت کر دیا گیا، آگ وخون کی اس ہولی میں جمعیۃ کا نظام سنبھالنا دشوار ہو گیا، جمعیۃ کے جنرل سکریٹری سید غلام بھیک نیرنگ صاحب تبلیغی سفر پر تھے، وہ لاہور پھر وہاں سے راولپنڈی چلے گئے، حالات کچھ پرسکون ہوئے تو مولانا سید محمد عبدالحی صاحب (معتمد تبلیغ) نے راولپنڈی اور لاہور کے سفر کئے، نیرنگ صاحب نے پاکستان ہی میں مستقل رہنے کا ارادہ ظاہر کیا، اور جمعیۃ کا آفس کانپور منتقل کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ جمعیۃ کا صوبائی دفتر ہی پھر ہیڈ کوارٹر قرار پایا، اور ایک جلسہ عام میں مولانا سید محمد عبدالحی صاحب کو اس کا جنرل سکریٹری (معتمد

عمومی) مقرر کیا گیا، جو پہلے صوبائی آفس کے جنرل سکریٹری اور معتمد تبلیغ تھے۔

تقسیم ہند کے بعد حکومت کی جانب سے اس کے جنرل سکریٹری مولانا سید محمد عبدالحی صاحب کی نقل وحرکت کی نگرانی شروع ہوگئی، اور پرسش احوال کا سلسلہ عرصہ دراز تک قائم رہا، جس نے بڑی مشکلات پیدا کر دیں—اس کی وجہ غالباً، اس جمعیۃ کی واقعات ارتداد کی موثر روک تھام اور غیر مسلموں میں اشاعت اسلام تھی، خاص طور پر ۱۹ رمئی ۱۹۳۶ء میں ملک کے مشہور ومعروف لیڈر موہن لال کرم چند گاندھی کے صاحبزادے ہیرالال گاندھی کو دائرہ اسلام میں لانا اور ان کی صدارت میں ایک عظیم الشان کانفرنس کا کانپور میں منعقد کرنا تھا— اسلئے جمعیۃ کی کارکردگی محدود سے محدود تر ہوتی چلی ہوگئی، آگے چل کر افراد کی قلت، رفقاء ومعاونین کی نقل مکانی، سرمایہ کی کمی اور اسباب کی قلت نے اسے مزید محدود کر دیا، حالانکہ یہ اپنے وقت کی سب سے زیادہ مؤثر اور فعال تحریک تھی۔

میرا خیال ہے کہ ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، انبالہ وکانپور'' کی خدمات کو ڈاکٹریٹ کرنے والے باہمت حضرات اپنے مقالہ کا موضوع بنا سکتے ہیں، اور پرانے اخبارات، رسائل، جرائد اور کتب سے اب بھی یہ گم شدہ تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے، اور اسے منظر عام پر لایا جاسکتا ہے بس کسی پرعزم اور ہمت والے فرد کی ضرورت ہے۔چند اخبار اوجرائد کے نام جو جمعیۃ کی خبریں اور رپورٹیں شائع کیا کرتے تھے یہ ہیں: ۱۔مسلم آؤٹ لک ۲۔روزنامہ سیاست لاہور ۳۔وکیل ۴۔مسلم راجپوت ۵۔روزنامہ تنظیم ۶۔اتحاد اسلام امرتسر ۷۔مدینہ بجنور ۸۔شرق گورکھپور ۹۔ہمدم لکھنؤ ۱۰۔صدائے مسلم کانپور ۱۱۔صحیفہ حیدرآباد ۱۲۔دلچسپ فتحپور ۱۳۔مبلغ دہلی ۱۴۔الامان دہلی وغیرہ (ماخوذ از روئداد ۱۹۲۴ء جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ صفحہ ۶۰)

خود میرے پاس سید غلام بھیک نیرنگؒ صاحب کے ۱۵، ۲۰ رخطوط مولانا سید محمد عبدالحی صاحبؒ کے نام موجود ہیں، یہ خط بھی جمعیۃ کی تفصیلی تاریخ مرتب کرنے میں معاون بن سکتے ہیں۔

میں نے اس رسالہ میں ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' کا مختصر تعارف اور

خدمات پر روشنی ڈالی ہے، ساتھ ہی اس کے روح رواں اور گمنام افراد کے نام کی نشان دہی کی ہے، اور ان کے جو حالات مل سکے وہ بیان کئے ہیں، جن سے اکثریت ناواقف ہے تاکہ تاریخی ریکارڈ درست ہوجائے اور اس کا تسلسل بھی باقی رہے۔

میر غلام بھیک نیرنگ صاحبؒ کے سلسلہ میں بعض معلومات ان کے نواسے سید علی صاحب اور ان کی بنائی ہوئی انٹرنیٹ گوگل پر ''نیرنگ فاؤنڈیشن'' سے حاصل ہوئی ہیں، میں ان کا بہت زیادہ مشکور ہوں۔

مولانا محبوب الرحمٰن ازہری رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب سے بہت اچھے تعلقات تھے، مولانا ازہری صاحب بھی دعوت وتبلیغ میں دلچسپی لیتے تھے، خاص طور پر رد قادیانیت اور رد شیعت میں ان کو ملکہ حاصل تھا، جب وہ ندوہ تشریف لاتے تو والد صاحبؒ کے پاس ضرور آتے، اور مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے، ان کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں میں بھی ان کی بعض خوبیاں در آئی ہیں، خاص طور پر ڈاکٹر سعید الرحمٰن فیضی ندوی کناڈا میں اپنے والد مرحوم کے مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں، اور دینی ودعوتی اور تبلیغی خدمات میں لگے ہوئے ہیں، اور مولانا مرحوم کے ایک خویش مولانا ابوسبحان روح القدس ندوی صاحب مولانا کی تصنیفی وتالیفی خصوصیات کے حامل ہیں اور تحقیق وتخریج، تالیف وتصنیف میں مصروف ہیں، ان کی متعدد عربی، اردو کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اس کتاب کی طباعت واشاعت میں بھی ان دونوں حضرات کی رائے، مشورہ اور ہر طرح کا تعاون حاصل رہا، میں ان حضرات کا بڑا شکر گذار ہوں، اللہ تعالی ان لوگوں کی خدمات کو قبول فرمائے، اور دعوت وتبلیغ کے مشن کو مزید وسعت وترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد عبد الرشید ندوی
جنرل سکریٹری
جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، کانپور

۲۰/اپریل ۲۰۱۲ء

تاریخ دعوت وتبلیغ کا ایک گمشدہ ورق

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام-تعارف وخدمات

رمضان المبارک سے دو ہفتہ قبل کلکتہ کی ایک غیر مسلم خاتون لکھنؤ کے ایک مسلمان رہبر کی معیت میں مجھ سے انٹرویو لینے دفتر پہنچیں، معلوم ہوا کہ یہ خاتون کیمبرج یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کرچکی ہیں اور اب ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کانپور'' کے بارے میں یونیورسٹی کی اجازت سے مقالہ لکھنا چاہتی ہیں، صرف ۱۹۳۰ء تک کے حالات کی ان کو ضرورت تھی، راقم سطور نے ان کو ایک ہفتہ کے بعد زحمت کرنے کی دعوت دی، اس عرصہ میں زیر نظر تحریر تیار ہوگئی جس میں جمعیۃ کی خدمات کا دائرہ ۱۹۳۷ء تک پھیلا ہوا ہے، اس طرح گویا یہ تحریر جمعیۃ ہذا کی تاریخ کی پہلی قسط ہے جس کو مفصل تاریخ تو نہیں کہا جاسکتا تاہم ایک مختصر تاریخ سے ضرور تعبیر کیا جاسکتا ہے، مفصل تاریخ کے لئے تو خاصہ وقت اور خاصہ مطالعہ درکار ہوگا۔

ملک وملت کے حالات، ابنائے وطن کی مخصوص تحریکات، جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کانپور کے قیام کا سبب بنیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ابنائے وطن کی ان تحریکات کا جائزہ لیا جائے جن کی بنا پر جمعیۃ کا وجود ہوا تاکہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکے۔

محمد عبد السمیع ندوی
جنرل سکریٹری جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، کانپور
معاون ناظر شعبۂ تعمیر وترقی ندوۃ العلما، لکھنؤ

شدھی تحریک کا پس منظر

اصلاً یہ تحریک سوامی دیانند سرسوتی (پیدائش گجرات ۱۸۲۵ء وفات اجمیر ۱۸۸۳ء) نے ۱۸۷۵ء میں شرع کی تھی، ان کا مستقر شاہ جہانپور تھا لیکن اس کی حیثیت صرف کنویسنگ یا دعوت کی حد تک تھی، اسی زمانے میں والیٔ کشمیر مہاراجہ رنبیر سنگھ نے ۲۱/جلدوں میں ایک کتاب ''رنبیر کرت پرش چہت مہانی بندھ'' ہندی زبان میں تحریر کی جس میں ہندوستان کی تمام نو مسلم اقوام کو ہندو بنانے کی بڑی تفصیل سے بحث کی گئی تھی، اس کتاب کی اشاعت مخفی طور سے ہوئی تا کہ عوام الناس میں کسی قسم کا چرچا نہ ہو اور جب خواص کسی ایک طریقہ کار پر متفق ہو جائیں اور عملی کام کے لئے میدان صاف ہو جائے اور ضروری سامان مہیا ہو جائے اس وقت یہ کتاب ابنائے وطن میں عام کی جائے۔(۱)

اجتماعی طریقہ سے شدھی کا ایک دور ۱۹۰۸ء میں چلا، مقام ڈیگ علاقہ بھرت پور میں آریہ سماج نے یہ کوشش کی کہ وہاں مسلمان راجپوتوں کو آریہ بنایا جائے، اس کے بعد وقتاً فوقتاً اضلاع اٹاوہ، کانپور، میرٹھ، مین پوری، فرخ آباد، میں اسی قسم کی کوششیں عمل میں آئیں لیکن دہلی کی ''انجمن ہدایت الاسلام'' اور دیگر انجمنوں نے انکی یہ کوشش ناکام بنادی۔(۲)

۱۹۰۸ء میں اس تحریک کے دم توڑنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ تحریک صرف آریوں نے چلائی تھی اس وقت سناتن دھرمی ہندو محض تماشائی تھے انکے نزدیک شدھی کے جائز ہونے کا کوئی ثبوت کسی شاستر میں نہیں تھا، گاندھی جی نے بھی یہی بات اس موقع پر کہی تھی کہ ''ہندو دھرم میں تبلیغ کا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جیسا مسیحیت اور اسلام میں ہے''(۳)

لیکن پندرہ سال مسلسل خفیہ طریقہ سے مسلمانوں کو زک پہونچانے، زیر کرنے،

(۱) غبار افق صفحہ ۷-۸ (۲) غبار افق صفحہ ۱۰ (۳) غبار افق صفحہ ۱۲

انکے ملی تشخص کو ختم کرنے کی مہم چلتی رہی جس کے ہیرو سوامی شردھانند تھے، جنہوں نے اپنے افکار و خیالات اور اپنی اشتعال انگیز تقریروں سے ملک گیر اثر ڈالا تھا۔

شدھی کے جواز کا فتوی

شدھی جواب تک ناجائز تھی ۱۹۲۳ء میں جائز ہوگئی، تیرہ سناتن دھرمی پنڈتوں نے شدھی کو جائز قرار دیتے ہوئے اس کا طریقہ درج کیا تھا، یہ فتوی لالہ دنی چند گپتابی، اے، ایل ،ایل، بی، سکریٹری سناتن دھرم سبھا لاہور کی جانب سے چھپ کر شائع ہوا تھا۔(۴)

شدھی کرن کے موقع پر مسلمانوں سے یہ کہا جاتا تھا کہ تم ہمارے بھائی ہو، باہر کے مسلمانوں کے زور اور ان کی زبردستی سے مسلمان ہوگئے تھے لیکن تمہارے رسوم ورواج آج بھی ہندوانہ ہی ہیں، اپنی حماقت سے اب تک ہم تم کو بھولے ہوئے تھے اب ہم اپنی غلطی پر نادم ہیں، آؤ ہمارے گلے لگ جاؤ اور اپنے پرانے مذہب پر واپس آجاؤ۔

سنگھٹن کا پس منظر

آریوں اور سناتن دھرمیوں کو ''مجلس خلافت'' اور کانگریس کا اتحاد کھٹک رہا تھا وہ سمجھ رہے تھے کہ اگر یہ اتحاد باقی رہا تو ملک پر حکومت میں ہندوؤں کے ساتھ مسلمان بھی شریک ہونگے، کانگریس کی جدوجہد آزادی میں شریک سارے ہی ہندو صاف ذہن اور روشن خیال نہیں تھے، ایسے بھی تھے جن کے ذہن فرقہ پرستی کے زہر سے مسموم تھے، پنڈت مدن موہن مالویہ بنارس یونیورسٹی کے بانی کانگرس میں شریک تھے لیکن ہندو مسلم اتحاد کو بڑھتی ہوئی کیفیت دیکھ کر ان کو ہندوستان میں ہندو قوم کے مستقبل کی فکر لاحق ہوئی، کانگرس سے علیحدہ ہوئے، اور ''ہندو سنگھٹن'' کی بنیاد رکھی جس کو نہ صرف غیر کانگریسی ہندوؤں کی حمایت حاصل تھی بلکہ کانگریس کے بعض چوٹی کے لیڈر بھی ''شدھی'' اور ''سنگھٹن'' دونوں ہی کو ہندو

(۴) غبار افق صفحہ ۱۲

قوم کے لئے بہتر اور مناسب سمجھتے تھے، ایسے لوگوں کی فہرست تو طویل ہے میں صرف چند معروف ومشہور لوگوں کے نام لکھنے پر اکتفا کروں گا۔

(۱) پنڈت مدن موہن مالویہ — ہندوستان کے سب سے زیادہ اثر رکھنے والے لیڈر
(۲) سوامی شردھانند — بانی گروکل
(۳) لالہ لاجپت رائے — پنجاب کے مشہور ترین لیڈر، آریہ سماج وتحریک کانگریس کے بانی
(۴) جگت گرو سری شنکرا چاریہ — ہندوستان کے ہندوؤں کے روحانی پیشوا
(۵) پنڈت موتی لال نہرو — لیڈر آل نڈیا سوراج پارٹی، صدر انڈین نیشنل کانگریس کمیٹی
(۶) پنڈت جواہر لال نہرو — سکریٹری آل نڈیا کانگریس کمیٹی
(۷) ڈاکٹر مونجے — صوبجات متوسط کے کانگریسی لیڈر (۵)

غرض ۱۹۰۸ء کی ناکام شدھی تحریک نے سوامی شردھانند کی کوششوں سے سنگھٹن کی تحریک میں شامل ہوکر ایک نیا رخ اختیار کیا، ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ صرف افغانستان سے آئے ہوئے مسلمان جن کی تعداد چند لاکھ ہے، باقی سارے ہی مسلمانوں کو شدھ کیا جاسکتا ہے، شری شنکر آچاریہ کے جانشین سوامی بھاسکر تیرتھ جی لکھتے ہیں:

"میں ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کے پورے طور پر حق میں ہوں، جتنے ہندو مسلمان ہوگئے ہیں وہ سب پھر سے ہندو بنالئے جائیں، سچا ہندو مسلم اتحاد اسی میں ہے، میرا یقین ہے کہ سات کروڑ مسلمانوں میں کچھ لاکھ ہی ایسے ہیں جن کے بزرگ افغانستان یا بلوچستان سے آئے تھے باقی جملہ مسلمان ہندوؤں سے بنائے ہیں، میں سوامی شردھانند جی کو اس عظیم الشان کام کے لئے ودھائی دیتا ہوں"۔(۶)

(۵) غبار افق صفحہ ۱۹-۲۰ — (۶) غبار افق صفحہ ۵۹

اصل مقاصد

اس تحریک کے مقاصد میں صرف اتنا ہی نہیں تھا کہ راجپوت مسلمان پہلے ہندو تھے اور اب وہ صدیوں سے مسلمانوں کے زور وربردستی سے مسلمان ہوگئے ہیں، ان کو شدھ کر کے ہندو جاتی میں شامل کرلیا جائے بلکہ بات کچھ اس سے بھی اونچی تھی ہندوؤں کے ایک عظیم رہنما مقیم سویڈن لالہ ہردیال جی ایم۔اے لکھتے ہیں:

"ہندو سنگھٹن کا مقصد یہ ہے کہ بھارت ورش میں ایک ایسی مضبوط وزبردست متحدہ اور بیدار سیاسی جماعت قائم کی جائے جو ایک آزاد ہندو ریاست کے آدرش تک پہنچنے کی کوشش کرتی رہے،......ہندو سنگھٹن کا اصلی مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا ہندو قومی دَل قائم کیا جائے جو ایک آزاد قومی ریاست کی بنیاد ڈالے"(۷)

ان ہی لالہ ہردیال ایم۔اے کا دوسرا بیان پڑھئے:

"میں کہتا ہوں کہ ہندو قوم اور ہندوستان اور پنجاب کا مستقبل ان چار آدرشوں پر منحصر ہے:

(۱) ہندو سنگھٹن
(۲) ہندو راج
(۳) اسلام اور عیسائیت کی شدھی
(۴) افغانستان اور سرحد کی فتح اور شدھی (۸)

شدھی سنگھٹن اور کانگریسی لیڈر

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے چوٹی کے لیڈروں کی رائے اس تحریک کے بارے میں کیا تھی وہ بھی سن لیجئے:

پنڈت موتی لال نہرو کے بیان کا ایک پیراگراف ملاحظہ کریں:

(۷) غبار افق صفحہ ۲۲۰ — (۸) غبار افق صفحہ ۱۹۹

''مجھے روزانہ اخبار ''خلافت'' کے ایک مضمون کی طرف توجہ دلائی گئی
ہے جو مولانا عبدالماجد صاحب (بدایونی) کی طرف سے بھیجا گیا ہے
جس میں انہوں نے اس تحریر کا حوالہ دیا ہے جو ۲۰؍مارچ کے اخبار ''ہمدم
'' میں میری طرف سے شائع ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس
تحریک کو جو ملکانہ راجپوتوں کو ہندو بنانے کے لئے جاری ہے نفرت کی
نگاہ سے دیکھتا ہوں ، میں نے ہمدم نہیں پڑھا ہے لیکن اس کی کوئی
اصلیت نہیں ہے کہ میں نے کہیں پر ایسا بیان کیا ہے بلکہ اس کے برعکس
میں نے اپنی تازہ تقریروں میں صاف طور پر کہدیا ہے کہ میں اس
تحریک کو بالکل جائز سمجھتا ہوں'' (۹)

پنڈت جواہر لال نہرو سکریٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ایک مکتوب بنام سوامی شردھا
نند کے چند اقتباسات بھی ملاحظہ کرلیں، یہ چٹھی پوجیہ سوامی جی کے خطاب سے شروع ہوتی ہے:

''......پھر میں نے یہ کہا کہ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک آدمی کو حق ہے
کہ وہ دوسرے کو سمجھا بجھا کر اپنی طرف بلالے، یا اس کی شدھی کرلے،
جو لوگ شدھ کررہے ہیں ان کو پورا اختیار اس بات کا ہے''

دوسرا فقرہ ملاحظہ ہو: ''میں نے یہ کسی حالت میں نہیں کہا کہ جو شدھی کرنے
والے ہیں وہ دیش کے پکے دشمن ہیں اور نہ یہ کہا کہ ان لوگوں کو دشمن سمجھو''۔

تیسرا فقرہ بھی پڑھ لیجئے:

''اس بات کا یقین رکھئے کہ ایسی باتیں میں ہرگز نہیں کہہ سکتا، اگر میں نے کوئی
نامناسب بات کہی ہو یا لکھی ہو تو اسکی میں آپ سے معافی چاہتا ہوں''

آپ کا سیوک، جواہر لال (۱۰)

(۹) غبار افق صفحہ ۱۳۰ (۱۰) غبار افق صفحہ ۹۹-۱۰۱

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کانپور-تعارف وخدمات

منظّم اور ہمہ گیر تحریک ارتداد

پندرہ سال کے بعد یعنی ۱۹۲۳ء میں سوامی شردھانند آنجہانی کی قیادت میں یہ
تحریک ارتداد پھر شروع ہوئی اور اسی علاقہ میں شروع ہوئی جہاں ۱۹۰۸ء میں شروع ہوئی تھی
یعنی ریاست بھرت پور اور اس کے ملحقہ اضلاع متھرا اور آگرہ وغیرہ میں۔ اس وقت پتہ چلا
کہ اس پندرہ سال کے دوران میں آریہ سماج اپنے کام سے غافل نہیں رہا اس کی ریشہ
دوانیاں اندر ہی اندر جاری رہیں مسلمان اپنے آپس کے جھگڑوں میں، اختلافی مذہبی مسائل
کی تبلیغ واشاعت میں اور دیگر سیاسی دلچسپیوں میں منہمک رہے اور ان کے چالاک مذہبی
حریف اپنے لئے پوری آزادی کے ساتھ میدان بناتے رہے۔ اب ان کی تحریک ارتداد
میں ہمہ گیری آ گئی تھی رفتہ رفتہ سناتنی ہندو ہموار کرلئے گئے تھے۔ چنانچہ اس مرتبہ سناتن دھرم
سبھا اور بڑے بڑے سناتن دھرمی پنڈتوں کی طرف سے شدھی کے جواز، اور تحریک ارتداد کی
تائید میں مذہبی فتوے شائع کئے گئے۔ تقریریں ہوئیں، اخبارات میں مضامین لکھے گئے،
اعلانات کئے گئے غرضیکہ تمام مختلف العقائد ہندو فرقے تحریک ارتداد کے بارے میں متفق
الرائے اور متحد العمل نظر آنے لگے اور مختلف فرقوں کی سبھاؤں نے، ان کے رہنماؤں
نے، تمام سیاسی رہبروں نے، غریب سے لے کر امیر تک، پرجا سے لے کر راجہ تک، سب
قسم کے ہندوؤں نے تحریک ارتداد کی قولی وعملی تائید کی اور اس طرح ایک مرتبہ ساری ہندو دنیا
کے اصلی چہرے سے نقاب اٹھ گیا۔ اس کا تخیل اور اسکی ذہنیت بے پردہ ہوگئی اور اس کے
عزائم روزِ روشن کی طرح مسلمانوں کے سامنے آگئے، ......غرض کہ ہندوؤں نے من
حیث القوم (الا ماشاء اللہ) اسلام کی بیخ وبنیاد اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہر ایک جائز وناجائز
کوشش کی- اور یہ سلسلہ آج بھی اسی طرح جاری ہے- اسی زہریلے تخیل، متعصّبانہ ذہنیت اور
خطرناک عزائم کے ساتھ باضابطہ منظّم اور ہمہ گیر طریق پر یہ تحریک دوبارہ ۱۹۲۳ء میں شروع

ہوئی، پانچ لاکھ ملکانہ راجپوتوں کو مرتد کیے جانے کا اعلان کیا گیا اور پانچ لاکھ روپے کی اپیل کی گئی۔ پہلا فتنہ ارتداد موضع رائے بہا ضلع آگرہ میں آخر ماہ جنوری ۱۹۲۳ء میں رونما ہوا، تین سو ملکانہ راجپوتوں کو مرتد کیا گیا۔ پھر یہ وبا بڑی سرعت کے ساتھ علاقہ بھر میں پھیلا دی گئی۔(۱۱)

سوامی شردھانند کی اس شدھی کے ابتدائی نتائج بھی اعداد وشمار کی روشنی میں دیکھ لیجئے:

(الف) بھارتیہ ہندو شدھی سبھا آگرہ ۱۳ فروری ۱۹۲۳ء کو قائم کی گئی تھی ۳۱ دسمبر ۱۹۲۳ء تک سبھا کو مختلف سادھنوں سے ایک لاکھ چوالیس ہزار چار سو آٹھ روپئے آمدنی ہوئی۔(۱۲)

(ب) متذکرہ بالا دس مہینوں میں سبھا کے ۵۶۳ صاحب کام کرتے رہے، ان میں سے ۲۹۸ آنریری پرچارک والنٹیر ہیں اور ۲۶۵ تنخواہ دار، سبھا نے کام کو باقاعدہ اور آسانی سے کرنے کے لئے تقریباً بیس شاخیں کھول رکھی ہیں، سبھا اب تک ۱۸۳ گاؤں میں شدھی اور بھرت ملاپ کرا چکی ہے، ان گاؤں کی تفصیل ذیل میں ہے:

ضلع آگرہ ۳۴ گاؤں
گوڑ گاؤں ۳۴ گاؤں
متھرا ۳۰ گاؤں
بڑودہ ۲۱ گاؤں
بہرائچ ۱۵ گاؤں
فرخ آباد ۳ گاؤں
بھرت پور ۱۶ گاؤں
بیادر ۵ گاؤں

دہلی، اٹاوہ، فیض آباد، بلند شہر اور الور میں ۱۸ گاؤں۔(۱۳)

(۱۱-۱۲-۱۳) پیام تبلیغ از حضرت مولانا مولوی محمد قطب الدین عبدالوالی (فرنگی محل، لکھنؤ) صفحہ ۵-۶
نیز دیکھئے ”جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر کے مختصر حالات“ صفحہ ۴-۵

سنگھٹن تحریک کا نوٹس لیا جاتا ہے

ملک کے یہ حالات تھے، ابناء وطن مسلمانوں کے خلاف اپنے سیاسی مقاصد کی پابجائی کے لئے مذہب کے نام پر اپنی قوم کا استحصال کر رہے تھے ان کا سب سے پہلا نشانہ آگرہ متھرا، بھرت پور، فرخ آباد ایٹہ، مین پوری، کانپور، فتح پور کے قدیم مسلم راجپوت تھے جن کی پہلے شدھی کرنا تھی، شدھی سبھا کا ہیڈ کوارٹر آگرہ میں تھا۔

اخبارات میں ارتداد کی خبریں آنا شروع ہوئیں تو مولانا سید محمد عبدالحی صاحب رئیس کوڑا جہان آباد، نواب کنور محمد عبدالوہاب خان صاحب رئیس ڈراک ضلع علی گڑھ (جو خود مسلم راجپوت تھے) اور مولانا مولوی حکیم عبدالماجد صاحب قادری بدایونی ۲۳ جنوری ۱۹۲۳ء کو ارتداد کے علاقہ میں پہونچے، سارے علاقے کا دورہ کیا، اور حالات کا بہت گہری نظر سے جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہونچے کہ مخالفین کے باقاعدہ نظام کا مقابلہ انفرادی طور پر کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، نواب صاحب ”انجمن اتحاد مسلم راجپوتان ہند“ کے جنرل سکریٹری بھی تھے انہوں نے انجمن اتحاد مسلم راجپوتان ہند کے سکریٹری کی حیثیت سے ہندوستان کی تمام انجمن ہائے اسلامیہ کے نمایندوں کی ایک مجلس مشاورت طلب کی جس کے انعقاد کا انتظام ۲۳/فروری ۱۹۲۳ء کو بمقام آگرہ ہوا۔ اس جلسہ میں ۹۴/انجمنوں کے نمائندے شریک ہوئے۔(۱۴)

(۱۴) پیام تبلیغ از حضرت مولانا مولوی محمد قطب الدین عبدالوالی (فرنگی محل، لکھنؤ) صفحہ ۶-۷
نیز دیکھئے ”جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر کے مختصر حالات“ صفحہ ۵-۶

''مجلس نمائندہ گان تبلیغ'' کا قیام

یہ مجلس ۲۵؍فروری ۱۹۲۳ء تک حالات پر اچھی طرح غور وفکر کرتی رہی اور ۲۵؍ فروری ۱۹۲۳ء کو انجمن ہائے اسلامیہ کے مشورہ سے متفقہ طور پر تحریک ارتداد کے دفاع کے لئے ''مجلس نمائندہ گان تبلیغ'' کے نام سے ایک بورڈ کا قیام عمل میں آیا، اور اس کا صدر مقام ''اچھنیرہ'' (ضلع آگرہ) قرار پایا جو اس وقت علاقہ ارتداد سے قریب تر مقام تھا اور اس کا صدر مولانا عبدالماجد بدایونی قادری، ناظم نواب کنور عبدالوہاب خان صاحب اور نائب ناظم مولانا سید محمد عبدالحی کو بنایا گیا، جلسہ میں شریک انجمنوں نے اپنے اپنے مبلغین اس بورڈ کے پاس بھیجے، اور اس ''مجلس'' کی نگرانی میں علاقہ ارتداد میں انسداد ارتداد اور تعلیم وتبلیغ کا کام فوری طور پر شروع کر دیا گیا۔

ایک مرکزی نظام کی ضرورت واہمیت

ان سہ حضرات نے بہت جلد معلوم کرلیا کہ یہ وبا نہ صرف علاقۂ مذکورہ بالا میں محدود ہے بلکہ سرگرم مخالفین نے صوبۂ متحدہ کے تمام اضلاع کی نیم مسلمان آبادی کو اپنی تگ ودو کا نشانہ بنا رکھا ہے، اس میں خفیہ واعلانیہ ریشہ دوانیہ کی جارہی ہیں اور شدھی سبھا کے نظام کو پھیلایا جارہا ہے اور مسلمانوں کو علی الاعلان مرتد بنانے کی فکر کی جارہی ہے، ان حالات سے متاثر وفکر مند ہوکر مذکورہ بالا حضرات نے ملک کے خاص خاص اور چیدہ چیدہ علماء کو باخبر کیا اور باہمی مشورہ وقرارداد کے مطابق عالی جناب مولوی سر رحیم بخش صاحب (کے-سی-آئی-ای- رئیس کرنال، پنجاب) اور نواب صاحب موصوف الصدر نیز چند دیگر حضرات کے دستخطوں سے ایک مطبوعہ گشتی مراسلہ جاری کر کے اکابر قوم کو ۷؍جون ۱۹۲۳ء کو بمقام آگرہ مدعو کیا تاکہ تمام کارکنان کو باہم ملانے اور ایک مضبوط ومشترکہ نظام کے ماتحت اتحاد واتفاق کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جائے۔

''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' انبالہ کا قیام

چنانچہ قرار پایا کہ ایک مرکزی تبلیغی نظام قائم کیا جائے جو مضبوط ومستحکم ہو، مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے لئے قابل اعتماد ہو، قوانین وآئین کا پابند ہو اور ہنگامی نہ ہو بلکہ ٹھوس اور دائمی ہو۔ قواعد وضوابط کے مسودہ کی تیاری کا کام عالی جناب سید غلام بھیک صاحب نیرنگ بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (پنجاب) انبالہ کے سپرد کیا گیا۔ جب مسودہ تیار ہوگیا تو کثیر التعداد اکابر ملت کی خدمت میں بھیجا گیا، اور انہیں ۳۰ جون وکیم جولائی ۱۹۲۳ء کو بمقام آگرہ ایک دوسرے جلسہ میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی تاکہ متذکرہ بالا اوصاف وخصایص کے ایک مرکزی نظام تبلیغی نظام کے قیام کی تجویز کو عملی جامہ پہنایا جاسکے، چنانچہ تاریخ ہائے مقررہ پر خاصی تعداد میں اکابر ملت آگرہ میں جمع ہوئے، اور مجوزہ مرکزی تبلیغی نظام قایم کیا گیا، جس کا نام ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' رکھا گیا، اس تبلیغی نظام کے صدر عالی جناب مولوی حاجی سر رحیم بخش صاحب کے سی آئی ای رئیس کرنال (پنجاب) مرحوم اور جنرل سکریٹری جناب سید غلام بھیک نیرنگ صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (پنجاب) انبالہ شہر مقرر کیے گئے، اور مرکزی دفتر کے کاروبار کا چارج مولوی سید محمد عبدالحی صاحب کے سپرد کیا گیا۔ (۱۵)

اس وقت جس قدر مسلم جماعتیں میدان ارتداد میں سرگرم عمل تھیں ان میں سے جمعیۃ علمائے ہند کے شعبہ تبلیغ واشاعت، انجمن رضائے مصطفیٰ بریلی اور مولانا پیر سید جماعت علی شاہ کی جماعت کو چھوڑ کر بقیہ کل جماعتوں نے جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام سے الحاق یا اشتراک منظور کرلیا۔

(۱۵) پیام تبلیغ از حضرت مولانا مولوی محمد قطب الدین عبدالوالی (فرنگی محل، لکھنؤ) صفحہ ۸
نیز دیکھئے ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر کے مختصر حالات'' صفحہ ۷

جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ کا قیام اورالحاق

۲۵ر ستمبر ۱۹۲۳ء کے جلسہ منتظمہ میں ریزولیوشن نمبر ۴۴ کے ذریعہ "مجلس نمائندگان تبلیغ" کی موجودہ ہیئت ختم کر کے "جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ" کے نام سے دوسری جمعیۃ کی تشکیل کی گئی، اوراس کو "جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام" انبالہ (پنجاب) سے ملحق کردیا گیا جو یکم جولائی ۱۹۲۳ء کو وجود میں آچکی تھی۔ اس نئی انجمن یعنی "جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ" کے ناظم کلیات کنور عبدالوہاب خان، رئیس مڈراک اور ناظم مولانا سید محمد عبدالحی صاحب منتخب ہوئے۔ اور فتنۂ ارتداد کے انسداد واستیصال کا کام متحدہ ومتفقہ طور پر باضابطہ طریقہ پر شروع ہوگیا۔ (۱۶)

(۱۶) رپورٹ مجلس نمائندگان تبلیغ ماہ اگست تا دسمبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۵-۶
نیز دیکھئے "جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر کے مختصر حالات" صفحہ ۶-۷

جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ کے صدر مقامات

جب تک کہ اضلاع آگرہ، متھرا اور ریاست بھرت پور میں ارتداد کا زور رہا، اس وقت تک جمعیۃ کا صدر مقام اچھنیرہ اور آگرہ رہا، پھر جب فتنۂ ارتداد اس علاقہ سے بڑھ کر تمام صوبۂ متحدہ میں پھیلا، اس وقت آگرہ میں جمعیۃ کے صدر مقام کی کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہی، چنانچہ جمعیۃ کے صدر دفتر کو حسب قرارداد جلسہ مجلس انتظامی منعقدہ ۱۲ر مئی ۱۹۲۴ء بہ مقام علی گڑھ منتقل کیا گیا۔

دسمبر ۱۹۲۵ء میں سید محمد عبدالحی صاحب شدید علیل ہوکر صاحب فراش ہوگئے، باوجود اس کے دفتری کاموں میں انہماک ویسا ہی رہا، اس انہماک کی وجہ سے ان کی علالت نے خطرناک صورت اختیار کرلی، اس حالت میں ان کو زبردستی مکان (کوڑا جہان آباد ضلع فتحپور) پہنچایا گیا، موصوف کی علالت کے زمانے میں کوشش کی گئی کہ کوئی ایسا شخص میسر آجائے جو ان کی جگہ پر کام کرسکے، دو ایک صاحب کو ان کی جگہ پر مبلغ پچاس روپیہ ماہوار پر مقرر بھی کیا گیا لیکن جس انہماک سے موصوف الصدر بلا کسی معاوضہ کے کام کرتے تھے، اس کام کا نصف بھی یہ لوگ معاوضہ لے کر بھی نہ کرسکے، اور نواب محمد عبدالوہاب خاں صاحب ناظم کلیات اور حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی صدر جمعیۃ کا اعتماد حاصل نہ کرسکے، نتیجہ یہ ہوا کہ کام میں بہت ابتری پیدا ہوئی، سید محمد عبدالحی صاحب کو دو تین ماہ کے عرصہ میں کسی قدر افاقہ ضرور ہوا لیکن صحت اس قابل نہ تھی کہ مستقلاً علی گڑھ میں قیام کرسکتے، اس لئے مئی ۱۹۲۶ء میں جمعیۃ کے صدر دفتر کو علی گڑھ سے فتحپور منتقل کیا گیا تا کہ موصوف کو آمد ورفت میں آسانی ہو اور وہ کچھ کام کرسکیں۔

موصوف الصدر مسلسل ایک سال کی علالت کے بعد صحت یاب ہوئے، اس وقت

آگرہ اوراس کے قرب وجوار میں سوامی شردھانند کے واقعۂ قتل کے بعد آریہ جماعتوں نے پھراسی زوروشور کے ساتھ جدوجہد شروع کردی، چنانچہ فوری ضرورت کے تحت جمعیۃ کے صدرمقام کواپریل ۱۹۲۷ء میں فتحپور سے پھرآگرہ منتقل کیا گیا۔

نواب محمد عبدالوہاب خاں صاحب اور سید محمد عبدالحی صاحب نے اس عرصہ میں بارہا اپنی خرابیٔ صحت کے سبب اوراپنے خانگی حالات کے باعث استعفے پیش کئے، لیکن قحط الرجال کے سبب ان کی جگہ پرکام کرنے کے لئے اوران کی ذمہ داریاں قبول کرنے کے لئے کوئی بندۂ خدا میسر نہ آیا، استعفے واپس ہوتے رہے، پھر ۱۹۳۶ء میں صدردفتر کوکانپوریاالہ آباد منتقل کئے جانے کی تجویز ہوئی، اس وجہ سے کہ اس وقت صوبۂ متحدہ کے مشرقی اضلاع میں فتنۂ ارتداد کا زورتھااور جمعیۃ کا اسی علاقہ میں کام پھیلا ہوا تھا...... چنانچہ ۱۹۳۸ء میں جمعیۃ کے صدردفتر کوکانپور منتقل کیا گیا.....(۱۷)

(۱۷) پیام تبلیغ ازحضرت مولانا مولوی محمد قطب الدین عبدالوالی (فرنگی محل، لکھنؤ) صفحہ ۹-۱۰
نیز دیکھئے ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر کے مختصر حالات'' صفحہ ۷

''جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ'' کی عمومی خدمات

۱۹۲۳ء تا ۱۹۳۷ء

شدھی کرن کا سب سے زیادہ زور یوپی کے علاقہ میں تھا، پنجاب کے علاقہ میں چونکہ مسلمان اکثریت میں تھے اس لئے وہاں یا سندھ اور فرنٹیر وغیرہ میں یہ تحریک کامیاب نہیں ہوسکی، یوپی میں مسلمان اقلیت میں تھے اور یہاں ایسے مواضعات بھی تھے کہ جہاں پڑھے لکھے مسلمان کم تھے یا جاہل تھے اس لئے شدھی کا اصل نشانہ ایسے ہی اضلاع اور مواضعات تھے۔

''جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ'' کو جب معلوم ہوتا تھا کہ فلاں گاؤں یا موضع میں شدھی ہونے والی ہے تو اس کے نمائندے اس مقام پر پہونچ کر جائزہ لیتے تھے، ارتداد کے وجوہ واسباب معلوم کرتے تھے اور مشورہ کرتے تھے کہ یہاں ''شدھی کرن'' کو کس طرح روکا جائے، غیر مسلم اکثریت اگر مسلمانوں کا سماجی بائیکاٹ کرتی تھی تو جمعیۃ وہاں مندرجہ ذیل کام کرتی تھی:

(۱) ایسے مواضعات میں ابتدائی مکاتب قائم کرتی تھی۔

(۲) مسلمانوں کا مالی امداد دیکر روزمرہ کی اشیاء کی دوکانیں کھلواتی تھی۔

(۳) اگر اس جگہ کوئی مسجد موجود نہ ہوتی تو نماز کے لئے مسجد کی تعمیر کراتی یا مرمت کراتی تھی۔

(۴) مسلمانوں کیلئے ہندی اور اردو میں اسلامی تعلیمات پرمبنی لٹریچر شائع کرکے تقسیم کراتی تھی۔

(۵) مسلمانوں کو شادی بیاہ، موت اور زندگی کے سلسلہ میں بیجا مصارف کرنے سے روکتی تھی تاکہ بیجا مراسم کے لئے بنیوں بقالوں اور مہاجنوں سے قرض لیکر مسلمان سود کے چکر میں نہ پڑیں جو آگے چل کر سود در سود بن جاتا تھا، مالی پریشانی بھی دیہاتیوں کے ارتداد کا ایک سبب ہوتی تھی ایسے حالات میں جمعیۃ مسلمانوں کی مالی امداد بھی کرتی تھی۔

(۶) عام مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے واقف کرانے کے لئے جلسوں کا اہتمام کیا جاتا تھا ضرورت پیش آجانے پر مناظروں کا نظم ہوتا تھا "تبلیغ" کے موضوع پر کانفرنسیں بھی ہوتی تھیں، جن میں علماء تقریریں کرتے تھے۔

(۷) جن علاقوں میں غیر مسلم اپنے کنوؤں سے مسلمانوں کو پانی نہیں بھرنے دیتے تھے جمعیۃ وہاں مسلمانوں کے لئے کنوئیں تعمیر کراتی تھی۔

(۸) کہیں ہندو مسلم فساد ہوجاتا تو جمعیۃ وہاں کے مسلمانوں کے لئے ریلیف فنڈ فراہم کرتی تھی اس کے نمائندے مقدمات کی پیروی بھی کرتے تھے۔

فتنہ ارتداد کے خلاف اصلاحی وتبلیغی خدمات ۱۹۲۳ء تا ۱۹۳۷ء

۱- ۱۹۲۳ء میں اضلاع آگرہ، متھرا، ایٹہ، فرخ آباد، فتحپور، پرتاب گڑھ، اناؤ، اور علی گڑھ میں شدھی کے سیلاب کو روکنے کا کام نہایت شدومد کے ساتھ کیا گیا، یہ زمانہ اشدھی کے طوفان کا سخت ترین زمانہ تھا، اس زمانہ میں ۲۶۷ مبلغ کام کرتے رہے، اس جدوجہد کے سبب لاکھوں بھولے بھالے ناخواندہ وناواقف دیہاتی مسلمان اشدھی کے طاعون سے بچ گئے، نیز علاقہ ارتداد میں ۷۶/مدرسے جاری رہے جن کے ذریعہ ملکانہ راجپوتوں کے بچوں کو ابتدائی مذہبی ودنیوی تعلیم دی گئی اور ان مدارس نے ان دیہاتوں میں بچوں کی تعلیم کے علاوہ بڑوں کی اصلاح، اغیار کی ریشہ دوانیوں کی مدافعت اور ایک گونہ تبلیغی چوکیداری کا کام بھی کیا جس کی وجہ سے اغیار کو ان دیہاتوں میں قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

۲- مبلغین اور مدارس سے کام لینے کے علاوہ جو تبلیغی کام اس عرصۂ بارہ سال میں کیا گیا اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

سنہ	مبلغین	مدارس
۱۹۲۳ء	۲۶۷	۷۶
۱۹۲۴ء	۲۷	۴۳
۱۹۲۵ء	۱۵	۴۳
۱۹۲۶ء	۱۱	۴۳
۱۹۲۷ء	۵	۴۳
۱۹۲۸ء	۷	۹
۱۹۲۹ء	۷	۱۱

۱۹۳۰ء	۷	۱۰
۱۹۳۱ء	۹	۱۰
۱۹۳۲ء	۹	۱۰
۱۹۳۳ء	۹	۱۰
۱۹۳۴ء	۸	۱۰
۱۹۳۵ء	۶	۱۰
۱۹۳۶ء	۵	۱۰
۱۹۳۷ء	۳	۶
کل میزان	۳۹۵	۲۲۴

۳- سانڈھن ضلع آگرہ ،نوگاؤں ضلع متھرا ،ضلع فرخ آباد ،نگلہ امر سنگھ ضلع ایٹہ میں ملکانہ راجپوتوں کی برادری کی شاندار پنچائتیں منعقد کرا کر اس علاقہ کے سوا چار لاکھ راجپوتوں کو ارتداد سے بچایا جبکہ وہ ہندوؤں کے دام فریب میں پھنس کر مرتد ہونے کیلئے آمادہ تھے۔

۴- دیہات میں جو مدارس اور مکاتب قائم کئے گئے ان میں تقریباً بائیس ہزار بچوں نے دینی تعلیم پائی۔

۵- تقریباً ۹۲۵؍ ہندوؤں کو داخل اسلام کیا۔

۶- تقریباً پانچ ہزار سینتیس (۵۰۳۷) مرتدین کو دوبارہ داخل اسلام کیا۔

۷- لکھیم پور ،فتحپور ،آگرہ ،علی گڑھ ،بدایوں ،خورجہ ،بلند شہر ،کوڑا جہان آباد ضلع فتح پور ،رڑکی ضلع سہارنپور اور کانپور میں پندرہ شاندار تبلیغی کانفرنسیں منعقد کرائیں جن کے ذریعہ شہری مسلمانوں میں تبلیغی بیداری ہوئی۔

۸- تقریباً تین ہزار چھوٹے چھوٹے عام تبلیغی جلسے دیہات میں منعقد کرائے۔

۹- صوبہ متحدہ (اتر پردیش) کے مختلف مقامات میں سولہ مجالس مناظرہ منعقد کرائیں۔

۱۰- ایک سو بتیس (۱۳۲) تبلیغی انجمنیں قائم کرائیں جن میں سے باون (۵۲) جمعیۃ ہذا سے باضابطہ طور پر ملحق ہو کر تبلیغی خدمات انجام دیتی رہی ہیں۔

۱۱- اٹھائیس مسجدیں علاقہ ارتداد اور دیہاتی علاقوں میں تعمیر کرائی گئیں۔

۱۲- پندرہ کنویں علاقہ ارتداد میں تعمیر کرائے گئے ،کیونکہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو اپنے کنوؤں سے پانی بھرنے سے روک دیا تھا۔

۱۳- بسلسلہ خدمت تبلیغی وحفاظت واشاعت اسلام تقریباً ایک لاکھ بائیس ہزار پوسٹر واشتہارات تقسیم وشائع کئے گئے۔

۱۴- صوبہ ہذا کے ایک سو پینتیس مواضعات میں ارتداد ہونے والا تھا اس کی روک تھام کی گئی۔

۱۵- چھتیس پنچائتیں تحریک اشدھی کی روک تھام اور مسلمانوں کے جھگڑے آپس میں طے کرنے کے لئے قائم کرائی گئیں۔

۱۶- مبلغین جمعیۃ ہذا نے بسلسلہ حفاظت واشاعت اسلام وانسداد فتنہ ارتداد تقریباً دس ہزار مواضعات کا دورہ کیا۔

۱۷- جمعیۃ ہذا کے تبلیغی وفود نے صوبہ ہذا کے صدر مقامات کے ڈھائی سو دورے کئے ،اور مسلمانوں کو دین کی حفاظت ،اسلام کی اشاعت ،انسداد فتنۂ ارتداد ،ترک رسوم خلاف شریعت ،اور صوبہ ہذا میں قیام وتکمیل نظام تبلیغ کیلئے آمادہ ومستعد کیا ،چنانچہ اس وقت صوبہ ہذا میں مسلمان اپنی اپنی جگہ پر اسلام کی اشاعت وحفاظت کیلئے کچھ نہ کچھ کوشش کر رہے ہیں۔

۱۸- علاقہ ارتداد میں دو مدرسوں کے لئے پختہ عمارت تعمیر کرائی گئی۔

۱۹- کانپور میں ہندو مسلم فسادات میں بے گناہ اور ستم رسیدہ مسلمانوں کی امداد کیلئے ۱۶؍مئی ۱۹۳۱ء لغایت ۱۳؍دسمبر ۱۹۳۱ء مولوی ظہور الحق صاحب قادری کو کانپور میں تعینات رکھا گیا ،موصوف نے کانپور میں رہ کر ۱۸۳ مقدمات کی پیروی کی جن میں سے اکثر سزایاب ہوئے۔

۲۰- ''دارالاشاعت'' کے نام سے ایک مدرسہ بمقام سیوارہی ضلع گورکھپور میں قائم کیا گیا یہ مدرسہ اس علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے،اس مدرسہ کے قیام کی غرض یہ ہے کہ اس علاقہ کے ناواقف اور جاہل مسلمانوں میں بالخصوص جن مسلمانوں کو گدی کہا جاتا ہے ان میں مذہبی واقفیت پیدا کرائی جائے ،اوران کے بچوں کی تعلیم وتربیت کر کے اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ اپنی قوم میں بحیثیت مبلغ اسلام کام کر سکیں چنانچہ تاریخ قیام مدرسہ سے زمانہ زیر رپوٹ تک (۷۲) ایسے لڑکے مدرسہ ہذا سے تعلیم حاصل کر کے نکلے جنھوں نے قرآن کریم ختم کیا ،اوسط درجہ کی دینی تعلیم حاصل کی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے اسلامی مدارس کے نصاب کے مطابق درجہ چار تک تعلیم حاصل کی ،ان میں سے اکثر اپنے طور پر اپنی استطاعت اور حالات کے مطابق تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں ،اور ۱۱۷؍لڑکوں نے درجہ دوم تک تعلیم حاصل کی ،اس وقت اس علاقہ کے چار لڑکے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم کی غرض سے داخل کرائے جن کے تمام مصارف کی جمعیۃ کفیل ہے۔(ان ہی لڑکوں میں سے ایک ڈاکٹر عبدالحلیم مرحوم سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ہیں، جو عربی ادب سے متعلق کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور حال ہی میں (غالباً ۲۰۰۲ء میں) ان کا انتقال ہوا ہے۔)

۲۱- ''دارالاصلاح'' کے نام سے ایک مدرسہ اورئی میں قائم کیا گیا،اس کے اجراء وقیام کا

مقصد بھی وہی ہے، جو مدرسہ دارالاشاعت کا ہے اس مدرسہ میں طلبہ کی تعداد یک صد ہے مبتدیوں کے تعداد کے علاوہ دارالاصلاح کے وہ طلبہ جو ابتداء سے مستقل طور پر زیر تعلیم ہیں ان کی تعداد دس ہے جن میں سے ریاست ٹیکم گڑھ کے ۳، جھانسی کے ۲، ضلع جالون کے ۵ لڑکے ہیں،ان میں سے ۲؍نہایت کم سن ہیں۔

۲۲- ۱۹۳۴ء میں سپچورہ ضلع علی گڑھ کے خاص خاص مسلم راجپوتوں کو ہندوؤں نے قتل کی سازش میں ماخوذ کرایا جن کے مقدمات کی پیروی کی گئی خدا کے فضل سے کامیابی ہوئی اور یہ لوگ رہا ہو گئے۔

۲۳- ناواقف اور جاہل مسلمانوں کے چھ بچے اس وقت دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عربی تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن پر تقریباً پچاس روپیہ ماہوار صرف کیا جارہا ہے بچے ان اقوام کے ہیں جن میں ارتداد کا اندیشہ تھا اور اب بھی باقی ہے، امید ہے کہ یہ طلباء تعلیم حاصل کر چکنے کے بعد اپنے اپنے علاقہ میں بحیثیت مبلغ اسلام کام کریں گے۔

۲۴- تقریباً چھبیس ہزار مراسلے دفتر میں موصول ہوئے،اڑسٹھ ہزار مراسلے جاری ہوئے۔

۲۵- تبلیغی لٹریچر:

دفعہ ۱۳ میں تقریباً ایک لاکھ بائیس ہزار پوسٹر واشتہارات تقسیم وشائع کرنے کا ذکر ہے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل پمفلٹ طبع کرا کر مفت تقسیم کئے گئے۔

اسلامی بلاوہ (بزبان ہندی) ایک ہزار بموقع آل انڈیا اچھوت کانفرس منعقدہ لکھنؤ ماہ مئی ۱۹۳۶ء

اچھوت بپتی (بزبان ہندی) ایک ہزار بموقع آل انڈیا اچھوت کانفرس منعقدہ لکھنؤ ماہ مئی ۱۹۳۶ء

اچھوت بپتی (بزبان اردو) ایک ہزار مختلف مواقع پر اور ذریعہ مبلغین

پریم سندیش (بزبان ہندی) ایک ہزار //

داعی اسلام ایک ہزار //

آپ بیتی (اردو ہندی) ایک ہزار //

پیغام اسلام (اردو ہندی) ایک ہزار //

اچھوت سندیش (بزبان ہندی) ایک ہزار //

اسلام مت کے عقیدے (بزبان ہندی) ایک ہزار //

ست اپدیش حصہ اول (بزبان ہندی) ایک ہزار //

ست اپدیش حصہ دوم (بزبان ہندی) ایک ہزا //

کل گیارہ ہزار کتابیں مفت تقسیم کی گئیں

۲۶- ہفتہ وار اردو ہندی اخبار ''اسلام''

ایک ہفتہ وار اخبار ''اسلام'' اردو اور ہندی میں قاضی عابد علی بلہوریؒ کی ادارت میں نکالا گیا جو جنوری ۱۹۳۶ء سے اگست ۱۹۴۱ء تک جاری رہا، تیرہ ہزار پانچ سو کا پیاں اردو زبان میں اور دو ہزار پانچ سو ہندی زبان میں مفت تقسیم کی گئیں۔

۲۷- اسلام کا مہرشی : (سوانح حیات حضور نبی کریم ﷺ) ہندی زبان میں دو ہزار اور اردو زبان میں ایک ہزار مفت تقسیم کی گئیں۔(۱۸)

(۱۸) پانزدہ سالہ خدمات کا خلاصہ صفحہ ۶-۱۳

''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' انبالہ کی خدمات

ہیڈ آفس انبالہ ۱۹۳۶ء تا مئی ۱۹۳۸ء صوبہ سی، پی اور جنوبی ہند میں خاص طور پر مصروف عمل رہا کیونکہ یہاں ان دنوں تبدیلی مذہب کی تحریک بڑے زور وشور سے اٹھی تھی حتی کہ اچھوتوں کے لیڈر ڈاکٹر امبیڈکر نے بھی تبدیلی مذہب کا اعلان کر دیا تھا۔ان تین سالوں کی روداد جنرل سکریٹری جناب سید غلام بھیک نیرنگ کی زبانی مختصراً آگے آرہی ہے:

۲۸- ماہنامہ ''تبلیغ'' انبالہ سے (غالباً ۱۹۲۸ء سے نکلنا شروع ہوا، کب بند ہوا اس کا علم نہیں، ۱۹۳۰ء تک کے چند شمارے موجود ہیں ،اس کے پہلے ایڈیٹر سید غلام بھیک نیرنگ صاحب تھے۔پھر سید معظم علی نجیب آبادی ہوئے ، پھر مولانا سید محمد عبدالحی صاحب اس کے ایڈیٹر ہوئے۔

۱۹۳۰ء میں ایک ماہنامہ رسالہ ''رفیق تبلیغ'' کے نام سے نکالا، کب تک جاری رہا کچھ معلوم نہ ہوسکا، فی الوقت صرف مارچ اور اگست ۱۹۳۰ء کے شمارے ریکارڈ میں دستیاب ہیں۔

جمعیۃ کی دوسری شاخیں ، اور ان سے ملحق انجمنیں بھی اپنا کام کرتی رہیں ، مثلاً سنتھال پرگنہ بہار، ضلع مالدا، بنگال، چونڈہ ضلع سیالکوٹ، انجمن تبلیغ اسلام اجمیر، انجمن تبلیغ اسلام شمس آباد، انجمن تبلیغ اسلام نگرام ، انجمن ہدایت الاسلام گنگاپور سٹی ریاست جے پور، انجمن اسلامیہ نور پور ضلع کانگڑہ وغیرہ۔

۳۰-۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء میں قصبہ چونڈہ ضلع سیالکوٹ میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا اس میں اچھوت قوم کے ۴۰ مرد وزن جو پہلے عیسائی ہو چکے تھے انھوں نے خود برضا ورغبت جلسہ میں آ کر اسلام قبول کیا، غلام محمد شملوی سابق سفیر ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ان کو کلمہ شہادت پڑھایا.....وہ منظر بھی بڑی عجیب تھا جب کہ اسی جماعت کے چودھریوں نے مجمع عام میں اٹھ کر اعلان کیا کہ ہم انشاءاللہ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی قوم کے ہزار ہا لوگوں کو مسلمان بنائیں گے۔(تبلیغ انبالہ شہر مئی ۱۹۲۹ء)

اچھوتوں میں اشاعتِ اسلام

یعنی روئداد کارگذاری جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر

ازابتدائے یکم جنوری ۱۹۳۶ء تا ۳۱ مئی ۱۹۳۸ء

ہندوستان کی اچھوت قوموں میں جو تبدیل مذہب کی تحریک پیدا اور جاری ہوئی اُس کے واقعات بار بار اخباروں اور رسالوں اور پبلک جلسوں میں بیان کئے گئے ہیں، یہ و اقعات اسقدر مشہور ہیں کہ اب ان کی طرف مختصر اشارہ کرنا ہی کافی ہے۔

ان واقعات کا سلسلہ درحقیقت بہت پرانا ہے مگر تازہ سلسلہ یہ ہے کہ ماہ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں مشہور مہار لیڈر ڈاکٹر امبیڈکر نے بمقام ایولا ضلع ناسک مہار قوم کی ایک کانفرنس میں بڑے زور شور سے یہ قرار داد منظور کرائی کہ اچھوت قوموں کو اس سے چارہ نہیں کہ ہندو دھرم کو ترک کر کے کوئی اور مذہب اختیار کریں۔ چونکہ ڈاکٹر امبیڈکر ایک بڑی شخصیت رکھتا ہے۔ بیرسٹر ہے لیجسلیٹو کونسل بمبئی کا ممبر تھا، اور اب صوبہ بمبئی کی اسمبلی کا ممبر ہے، گول میز کانفرنس میں اچھوت قوموں کی بہت بڑی خدمت کر چکا ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ معاہدۂ پونا کرنے میں پیش پیش تھا، اس لیئے ایک جانب تو اچھوت قوموں میں اس کی آواز اثر رکھتی تھی۔ دوسری جانب ہندو لیڈر اسکے اثر کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے، ان حالات میں اچھوت قوموں میں بھی ایک ہلچل پڑ گئی اور ہر طرف سے تبدیل مذہب کی آواز آنے لگی اور تمام کے تمام ہندو لیڈر بھی گھبرا اٹھے۔ مسٹر گاندھی اور پنڈت مالوی سے لے کر چھوٹے چھوٹے ہندو لیڈر تک سب کے سب ڈاکٹر امبیڈکر کو منانے کی جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ ادھر تبدیل مذہب کی یہ آواز سنکر عیسائیوں، سکھوں، بودھوں اور مسلمانوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور ان میں سے ہر ایک جماعت کے دل میں گدگدی اٹھی کہ ان کروڑوں انسانوں کو اپنا ہم مذہب بنائیں۔

سکھ مشن:

ہندو لیڈروں اور سکھوں نے آپس میں سازش کی، سکھوں نے فوراً سات لاکھ روپیہ جمع کیا۔ مہاراجہ پٹیالہ نے جو سکھ ہیں۔ ڈاکٹر امبیڈکر کو دسمبر ۱۹۳۵ء میں بلوا کر اپنا مہمان بنایا، وہاں سکھ لیڈروں سے اس کو ملایا اور انکا معاملہ طے کرایا، سکھ مشن فوراً سی پی اور جنوبی ہند اور ملک کے بعض دیگر حصوں میں پہنچ گیا، اپریل ۱۹۳۶ء میں امرت سر میں آل انڈیا سکھ مشنری کانفرنس منعقد ہوئی، اس میں ڈاکٹر امبیڈکر کو بلایا گیا اور اس کی بڑی آؤ بھگت کی گئی، اسی کانفرنس کے نام ہندوؤں کے جگت گورو شنکر آچاریہ ڈاکٹر کورتکوٹی نے طویل پیغام بھیجا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندو دھرم اور سکھ دھرم حقیقت میں ایک ہیں، اچھوتوں کو چاہیے کہ سکھ دھرم اختیار کر لیں، ماہ جون ۱۹۳۶ء میں ناگپور کے مشہور مہا سبھائی ہندو لیڈر ڈاکٹر مونجے نے سیٹھ گھنشیام داس برلا اور دیگر ہندو لیڈروں کے ایماء سے ڈاکٹر امبیڈکر کے ساتھ خفیہ معاہدہ کیا، اسکا خلاصہ بھی یہی تھا کہ ہندوؤں کی رضا مندی سے اچھوتوں کو سکھ بنا دیا جائے، بمبئی میں ایک سکھ کالج قائم کیا جانا، ڈاکٹر امبیڈکر کو اس کالج کا پرنسپل بنانا اور اچھوت نوجوانوں کو وظائف دے کر اس میں تعلیم دلانا قرار پایا........۔

عیسائی مشن:

عیسائی مشن بھی بیکار نہیں بیٹھے، ان کی بھی پہلی کوشش یہی تھی کہ ڈاکٹر امبیڈکر کو اپنے ہاتھ میں لے لیں، لیکن وہ سکھوں اور ہندوؤں کے قبضہ میں چلا گیا، بایں ہمہ عیسائی مشن جنوبی ہند، سی پی اور ہندوستان کے دیگر حصوں میں برابر کام کر رہے ہیں، اور اچھوتوں کو عیسائی بنا رہے، ہیں۔

بودھ مشن:

بُودھ مت کے لوگوں نے بھی جد و جہد ضرور کی مگر اُن کی کامیابی کا کوئی ثبوت کسی طرف سے نہیں ملا۔

مسلمانوں کی جدوجہد:

مسلمانوں نے اول تو صرف یہ کیا کہ ہر طرف سے ڈاکٹر امبیڈکر کو اخباروں کے ذریعہ سے اسلام کی دعوت دی۔ اس کے بعد بعض حضرات اس سے خود بھی ملے اور گفتگو کی ان لوگوں میں راقم کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے مگر ذی اثر مسلمان بالکل ٹس سے مس نہ ہوئے، کسی سے اگر ذکر بھی کیا گیا تو اس نے نہایت معقول دلائل سے ثابت کر دیا کہ یہ تحریک بے نتیجہ رہے گی، امبیڈکر صرف روپیہ کمانا چاہتا ہے اور ہندو اس کا منہ بھر دیں گے۔ لیکن جبکہ ''باخبر'' اور ''معقول'' لوگ اپنے علم وعقل کے نشے میں مست رہے، خبطی دماغوں کو چین نہ آیا، اور ان کی بیچینی حق بجانب تھی، وہ دیکھتے تھے کہ مسلمان بحث کرتے ہیں مگر نہ سکھ بحث کرتے ہیں نہ عیسائی، دونوں کام میں لگے ہوئے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان اپنا وقت بحث میں ضائع کریں، جب کہ سکھ اور عیسائی بحث کے بجائے کام کر رہے ہیں۔ وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ امبیڈکر خواہ سچا ہو یا جھوٹا ہو، خواہ وہ فریب کرنا چاہتا ہو یا خلوص رکھتا ہو، اچھوت قوموں میں تبدیلی مذہب کا خیال پھیل رہا ہے، اور اب یہ سیلاب امبیڈکر کے رُوکنے سے رک نہیں سکتا، وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ تمام اچھوت قومیں امبیڈکر کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ بلکہ خود اسی کی قوم مہار میں ایک بہت بڑی جماعت اس کی مخالف بھی ہے جو تبدیلی مذہب کا نام بھی سننا نہیں چاہتی اور امبیڈکر کو گالیاں دیتی ہے۔ ان کے سوا بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے کہ مذہب تبدیل کرتے وقت خود فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ کس مذہب کو اختیار کریں اور اس بارے میں امبیڈکر کا مشورہ ان کے لئے حُجت نہیں۔

ہر چہ بادا باد:

اہل علم وعقل کے حکیمانہ غور وفکر اور بحث وتمحیص کے باوجود آخرکار ان خبطی دماغوں نے عملی کام کے میدان کیطرف قدم بڑھایا۔ جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کے کارکن بھی انہی خبطی دماغوں میں شامل ہیں۔ جمعیۃ مذکورہ کے عملی کام کے متعلق چند واقعات درج کیئے جاتے ہیں۔

(۱) اس تحریک تبدیل مذہب کا مطالعہ کرنے کی غرض سے ماہ جنوری ۱۹۳۶ء میں معتمد عمومی نے بمبئی اور پونا کا سفر کیا، واقف حالات حضرات سے مفصل گفتگوئیں کیں، ڈاکٹر امبیڈکر اور اس کے رفیق کار ڈاکٹر سولنکی سے ملاقات اور باتیں کیں، اچھوت کانفرنس ضلع پونا کا جلسہ اور اس کی کارروائی دیکھی، بعض اچھوت کارکنان تحریک کے خیالات معلوم کیئے دیگر اُمور کے علاوہ ایک خاص بات جو ہم کو بتائی گئی یہ تھی کہ صوبہ سی پی کی قوم مہار میں اسلام کیجانب میلان پایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ تقریباً نصف صوبہ کے مہار تو فوراً قبولِ اسلام کے لیئے تیار ہیں۔ ان اطلاعات کی حقیقت کو زیرِ تفتیش رکھا گیا۔

(۲)..........

(۳) فروری ۱۹۳۶ء میں معتمد عمومی نے ایک مطبوعہ گشتی اپیل آٹھ سو حضرات کی خدمت میں بطور خط ملفوف بھیجی۔ ان میں سے صرف ۳۹ حضرات نے توجہ فرمائی، باقی ۷۶۱ حضرات کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ کل گیارہ سو روپے چندہ وصول ہوا۔

(۴) صوبہ سی پی کے اچھوتوں (قوم مہار) کے حالات کا مطالعہ کرنے اور مسلمانان صوبہ سی پی کو خاص طور پر اس کام کی جانب توجہ دلانے کی غرض سے سیٹھ محمد زکریا مینار صاحب ومولانا نذیر احمد خجندی صاحب سکریٹریان انجمن تبلیغ الاسلام بمبئی کو صُوبہ سی پی کے دورے کے لیئے بھیجا گیا، ان حضرات نے ۱۵ فروری سے ۲ مارچ ۱۹۳۶ء تک ناگپور، کامٹی، واردھا اور امراوتی کا دورہ کیا اور راقم کو مفصل رپورٹ بھیجی۔ اس دورے کا خرچ انجمن تبلیغ الاسلام بمبئی نے برداشت کیا۔

اس دورے میں مسٹر ہیرالال گاندھی پسر مہاتما گاندھی ہمارے وفد سے ملے۔ اُنہوں نے اخبار میں اعلان کیا تھا کہ وہ مسیحی مذہب اختیار کرنا چاہتے ہیں، ان کے اس ارادۂ تبدیل مذہب کا حال معلوم ہونے پر ہمارے وفد نے ان سے مذہبی مکالمہ شروع کیا، یہ سلسلہ ہمارے وفد کے دورہ ثانیہ میں بھی جس کا ذکر آگے نمبر (۶) پر آتا ہے جاری

رہا۔اور جب یہ وفد دوسرا دورہ بھی ختم کر کے بمبئی کو واپس ہو گیا تو مسٹر ہیرالال گاندھی ۱۹/مئی ۱۹۳۶ء کو بمقام ناگپور ہمارے سفیر حکیم محمد سمیع اللہ صاحب میکش انصاری اور مولوی محمد فصیح الزمان صاحب مبلغ، انجمن تبلیغ الاسلام ناگپور کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اور خود ہی اپنا نام عباس علی تجویز کیا،لیکن ہمارے احباب سیٹھ محمد زکریا مینار صاحب اور مولانا نذیر احمد خجندی صاحب نے بعض مصالح کے ماتحت ۲۹/مئی ۱۹۳۶ء کو بمقام بمبئی جامع مسجد کے مجمع نماز جمعہ کے رُوبرُو ان کو دوبارہ اور علی الاعلان مسلمان کیا اور ان کا نام عبداللہ رکھا، چونکہ یہ ایک بڑے باپ کے بیٹے ہیں،اس لیئے مسلمانوں نے ان کی بیحد آؤ بھگت کی اور ان کے قبول اسلام کا چرچا ہندوستان سے گزر کر مصر اور دیگر ممالک اسلامیہ تک پہنچا۔

(۵)........

(۶) حکیم محمد سمیع اللہ صاحب میکش انصاری سفیر جمعیۃ مذکور خاص طور پر صوبہ سی پی کے اچھوتوں میں کام کرنے اور اس کام کے سلسلے میں مسلمانان صُوبہ سی پی کو بیدار و آمادہ وسرگرم عمل بنانے کے لئے صُوبہ سی پی میں تعینات کئے گئے۔ چنانچہ انھوں نے ۲۷/مارچ ۱۹۳۶ء سے اپنے کام کا سلسلہ شروع کر دیا اور آخر ۱۹۳۷ء تک اسی صوبہ میں کام کرتے رہے۔

(۷) حکیم صاحب موصوف، سیٹھ زکریا مینار اور مولانا خجندی نے ۲۳/اپریل سے ۳۰/مئی ۱۹۳۶ء تک مقامات ناسک، جلگاؤں، نصیرآباد، بھوساول، امراؤتی، کامٹی، ناگپور کا دورہ کیا۔اس عرصہ میں اچھوتوں سے تعلقات پیدا کرنے اور بڑھانے اور ان کو اسلام کی خوبیاں سمجھانے اور مختلف صُورتوں میں ان کی تالیف قلوب کرنے کا کام جاری رہا، دوسری جانب مسلمانوں کو صورت حالات کی اہمیت، اچھوتوں سے محبت،حُسن اخلاق اور عملی ہمدردی و امداد کی ضرورت اور خصوصاً اسلامی اُصولِ مساوات

کے سمجھانے کا کام نہایت شدومد سے کیا گیا......تاکہ مسلمان تالیف قلوب کی نیت سے اچھوتوں سے ان کی موجودہ حالت میں بھی چھوت چھات ترک کر دیں اور بعد قبول اسلام تو ان کو ہر طرح سے برابر کا بھائی سمجھیں،اُن کو گلے لگائیں،اُن کے ساتھ بلاتکلف کھائیں پیئں اور مساجد میں ان کے دوش بدوش کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

(اس دورہ کا تمام خرچ جمعیۃ مرکزیہ نے ادا کیا)

(۸).......

(۹) اس وفد کی سعی سے ناگپور کے بعض اصحاب کو کام کرنیکا جوش پیدا ہوا۔انھوں نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اظہار و اعلان کے بغیر خاموشی سے کام میں حصہ لیں گے، یہ قرار پایا کہ ناگپور سے ایک مرہٹی اخبار جاری کیا جائے جو مرہٹی بولنے والی قوموں اور خصوصاً مہاروں میں اشاعت اسلام کرے،اس اخبار اور دیگر تبلیغی لٹریچر کی اشاعت کیواسطے پریس قائم ہو، پریس اور اخبار کا نصف خرچ یہ حضرات دیں اور نصف خرچ جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام دے لیکن جب راقم نے بمقام ناگپور ان حضرات سے گفتگو کی تو انہوں نے پریس قائم کرنے کا ذمہ جمعیۃ ہذا پر ڈالا اور اخبار چلانے کا نصف خرچ ادا کرنے کا وعدہ کیا،ان حضرات کو بغرض اخفائے نام ''خاموش کمیٹی'' یا ''مقامی کمیٹی'' کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔چنانچہ آئندہ اس رپورٹ میں اسی نام سے ان کا ذکر آئے گا۔

(۱۰) ۲۹/جون ۱۹۳۶ء سے ۵/جولائی ۱۹۳۶ء تک راقم نے ناگپور کا دورہ کیا،مولوی سید محمد عبدالحی صاحب میرے ہمراہ تھے بمبئی سے سیٹھ محمد زکریا مینار صاحب اور مولانا خجندی کو طلب کیا اور خاموش کمیٹی والوں سے مفصل گفتگو کی،نتیجہ یہ ہوا کہ ناگپور میں ایک مرہٹی پریس جمعیۃ ہذا کے خرچ سے قائم کیا گیا۔اور ہفتہ وار مرہٹی اخبار کے اجرا کا انتظام کیا گیا،خاموش کمیٹی نے اخبار کا نصف خرچ برداشت کرنیکا وعدہ کیا، یہ اخبار ماہ جولائی ۱۹۳۶ء سے جاری ہو کر ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء تک جاری رہا۔مگر چونکہ ایڈیٹر اور منیجر دونوں

رکنیت اسمبلی کے اُمیدوار تھے اوران کو الیکشن کے کام میں انہماک رہتا تھا اس لیئے اخبار کو عارضی طور پر بند کیا گیا۔اس کے بعد ماہ جولائی ۱۹۳۷ء میں یہ اخبار پھر جاری کیا گیا، ماہ اکتوبر ۱۹۳۷ء تک جاری رہا مگر مالی مشکلات کیوجہ سے پھر بند ہو گیا۔

(۱۱) ۲۱/جولائی ۱۹۳۶ء سے ۱۲/اگست ۱۹۳۶ء تک راقم نے جنوبی ہند کا سفر کیا، مولوی سید محمد عبدالحی صاحب معتمد تبلیغ جمعیۃ ہذا راقم کے ہمراہ تھے، جنوبی ہند میں اچھوت اقوام میں سے تیا قوم مالا بار، ریاست کوچین اور ریاست ٹراونکور میں کثرت سے آباد ہے، ان کی تعداد ۲۵ لاکھ بیان کی جاتی ہے، اس قوم میں تبدیل مذہب کی تحریک کئی مرتبہ اُٹھی، مگر کسی نہ کسی سبب سے چل نہ سکی، چنانچہ ۱۹۳۲ء میں ایک کُہن سال تجربہ کار تیا گریجویٹ ساکن کالی کٹ نے اخباروں میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں اُس نے اپنی قوم کے لیئے تبدیل مذہب اور قبول اسلام ہی کو پستی اور ذلت کا واحد علاج قرار دیا تھا۔اس پر بعض احباب کے اصرار سے جمعیۃ ہذا نے مولوی سید محمد عبدالحی صاحب کو بغرض تحقیق حالات جنوبی ہند کو بھیجا تھا، سید صاحب موصوف نے ایک ماہ تک اس علاقہ کا دورہ کیا۔ اور بعد تحقیقات اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس رپورٹ سے پایا گیا کہ اس قوم اور اس علاقے میں اُسوقت کوئی خاص تحریک تبدیل مذہب نہ تھی، البتہ تدریجی رفتار سے اشاعت کا کام کرنے کی گنجایش تھی۔ ماہ مئی ۱۹۳۶ء میں اخبارات میں جنوبی ہند کے بعض حالات شائع ہوئے اس پر بعض حضرات نے جنوبی ہند کی طرف راقم کو توجہ دلائی اور میں نے تحقیق حالات کی غرض سے بعض احباب کو خطوط لکھے ان خطوط کے جوابات جو آئے ان سے پایا گیا کہ تیا قوم میں واقعی بڑا مذہبی ہیجان ہے، اور مسلمان مسیحی اور سکھ تینوں قوموں کے مُبشر ان لوگوں میں کام کر رہے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے واسطے دستکاری کا کوئی کارخانہ جاری کرنا بھی بہت ضروری ہے اور مقامی حالات کے اعتبار سے پانچ ہزار روپے میں ایک ایسا کارخانہ جاری ہوسکتا ہے چونکہ اس قسم کے کار

خانے کے لیئے پختہ اور قابل اعتماد انتظام کرنا ضروری تھا تا کہ جو روپیہ اس میں لگایا جائے وہ دیانتدار اور کاروباری تجربہ رکھنے والوں کے ہاتھ میں دیا جائے اور اس سے یہ کارخانہ صحیح اُصول پر چلایا جائے، اِس سفر میں اول کوچین اس کے بعد ایلپی علاقہ ٹراونکور بعدش دیہات ماویلی کرا، علاقہ ٹراونکور میں حالات کا مطالعہ کیا گیا، اس کے بعد مالا بار میں تلچری، کنانور اور پونانی کا دورہ ہوا۔کوچین میں ہم لوگوں کے پہونچنے سے دوروز پیشتر ایک اشاعتِ اسلام کمیٹی قائم ہو کر اُسکے لیئے چھ ہزار روپے چندہ جمع ہو چکا تھا، کوچین کے بڑے سے بڑے مسلمان اس کمیٹی کے عہدہ دار وارکان تھے، راقم کی موجودگی میں اس کمیٹی کے جلسے ہوئے، ان جلسوں کا مقصد راقم سے تبادلہ خیالات ومشاورت تھا، چنانچہ ان حضرات کو مفصل مشورے دیئے گئے۔ڈاکٹر کے پی تیل جو تیا قوم کے ایک سر برآوردہ تعلیم یافتہ کارکن تھے، قبولِ اسلام کے حق میں تقریریں کر چکے تھے مگر بعض حالات کے سبب وہ باضابطہ مشرف باسلام نہ ہوئے تھے، راقم نے اُن سے مفصل گفتگو کر کے ان کو آمادہ کیا کہ وہ علی الاعلان اور باضابطہ اسلام قبول کریں۔چنانچہ قرار پایا کہ ۳۰/اگست ۱۹۳۶ء کو کوچین میں ایک عظیم الشان جلسہ ہو اس میں ڈاکٹر صاحب موصوف اوران کی قوم کی ایک کثیر تعداد مشرف باسلام ہو۔

ایلپی میں انجمن لجنۃ المحمدیہ کا کام دیکھا۔اُن حضرات نے جن لوگوں کو مُسلمان کیا تھا ان میں سے بعض نوجوان انجمن کی سرپرستی میں تعلیم پا رہے تھے، یادگار کے طور پر ان کا فوٹو لیا گیا (ملاحظہ ہو تصویر نمبر ۱) دیہات متصل ماویلی کرا میں ایک جلسہ کرنا مقصود تھا مگر حکام ریاست نے عین وقت اس جلسہ کو بند کر دیا۔لہذا ہم سب لوگ مسٹر امیر علی نومسلم کی اہلیہ کے مکان میں چلے گئے، وہیں نماز پڑھی چائے پی اور ایک ضعیفہ جو تیا قوم کے موحد گرو شری نارائن گروسوامیگل کی چیلی ہے، راقم کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئی اس موقع کا فوٹو بھی لیا گیا۔(ملاحظہ ہو تصویر نمبر ۲)

تصویر نمبر ۱

تصویر نمبر ۲

(۱۲) ۲۲/اگست ۱۹۳۶ء سے ۱۶/ستمبر ۱۹۳۶ء تک معتمد عمومی کے دوسرے سفر جنوبی ہند کا سلسلہ جاری رہا۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا، ڈاکٹر کے پی تیل اور ان کے زیر اثر لوگوں کے قبولِ اسلام کی تاریخ ۳۰/اگست ۱۹۳۶ء مقرر ہو چکی تھی، اس تقریب سے بمقام کوچین ایک نہایت شاندار جلسے کا انعقاد قرار پا چکا تھا، اس زمانہ میں شیخ عبداللہ گاندھی کا بڑا چرچا تھا، مسلمانوں کو ہر جگہ ان کا اشتیاق تھا، چنانچہ جنوبی ہند کے سفر اول میں کوچین اور ٹراونکور کے لوگوں نے خواہش کی کہ شیخ عبداللہ گاندھی کو اس نواح میں بلایا جائے، ان حالات اور خیالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ۳۰/اگست کے جلسہ کا صدر شیخ عبداللہ گاندھی کو تجویز کیا گیا، میں نے ان کو بذریعہ تار وخط دعوت دی اور اُنکے سفر کا انتظام کیا، چنانچہ میں ادھر براہ ناگپور و بلہار شاہ و بجواڑہ مدراس کو روانہ ہوا اور مولوی سید محمد عبدالحی صاحب بمبئی کو تشریف لے گئے تا کہ وہاں سے شیخ عبداللہ گاندھی، سیٹھ محمد زکریا مینار صاحب اور مولانا نذیر احمد صاحب خجندی کو اپنے ہمراہ لے کر مجھ سے مدراس پر آملیں اور وہاں سے ہم سب کوچین پہنچیں ۔مدراس پہنچتے ہی مجھ کو سید محمد عبدالحی صاحب کا تار ملا جس سے معلوم ہوا کہ انکا قافلہ مجھ کو مدراس سے آگے کسی اور جنکشن پر ملے گا۔ چنانچہ ۲۹/اگست کی صبح کو سید صاحب موصوف مع شیخ عبداللہ گاندھی وغیرہ ٹرین میں مل گئے، میں شیخ عبداللہ گاندھی سے اول مرتبہ اسی روز ملا۔ اس سے پہلے نہ کبھی ان سے ملاقات ہوئی تھی نہ اُنکے عادات وخصائل کی نسبت کوئی علم تھا۔ جو کچھ معلوم تھا وہ یہ تھا کہ اُن کے والد مہاتما گاندھی نے اُن کے قبول اسلام کے بعد ایک بیان شائع کیا جس میں دیگر اُمور کے علاوہ یہ بھی کہا کہ عبداللہ گاندھی جب ہیرالال گاندھی تھے تو شرابخوری اور قحبہ بازی کیا کرتے تھے، مسلمانوں نے اس بیان کو انتقام پر مبنی سمجھا کہ جب تک ہیرالال ہیرالال رہے گاندھی جی نے اس قسم کا بیان کبھی شائع نہ کیا۔ لیکن جب وہ عبداللہ بن گئے تو ان کو بدنام کرنے کے لئے یہ بیان شائع کر دیا، بہر حال ۲۹/اگست کو ہم سب کوچین پہنچے، بے حد جوش وخروش اور شان وشوکت کے ساتھ استقبال

ہوا۔ ۳۰/اگست کی صُبح کو ہماری قیام گاہ پر اول ڈاکٹر کے پی تیل راقم کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے، کمال پاشا نام رکھا گیا، ان کے بعد اکتیس دیگر نفوس مسلمان ہوئے ان سب کا ایک گروپ فوٹو لیا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو تصویر نمبر ۳) ان لوگوں کو جلسہ عام میں مسلمان کرنے کے بجائے اپنی قیام گاہ پر مسلمان کرنا بہتر سمجھا گیا کیونکہ ہندو ریاست کا معاملہ تھا اور ہندوؤں کی جانب سے شیخ عبداللہ گاندھی کے استقبال اور اس جلسے کو بند کرانے کی جدو جہد ہوئی تھی، جس میں وہ کامیاب نہ ہوئے تھے، مگر ہم بھی بلا ضرورت کوئی اشتعال انگیز عمل کرنا نہ چاہتے تھے، جلسہ جو ہوا تو وہ اس قدر شاندار تھا کہ کوچین کی تاریخ میں کبھی ایسا جلسہ نہ ہوا تھا، اس جلسہ میں ڈاکٹر کمال پاشا تیل نے ایک زبردست تقریر کی، اپنے مشرف باسلام ہونے کا نہایت فخر کے ساتھ اعلان کیا اور جو مرد وزن ان کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے، ان سب کے قبول اسلام کا اعلان فرداً فرداً نام بنام کیا گیا، ان میں سے ہر ایک نے جب اسکا نام پُکارا گیا، کھڑے ہو کر حاضرین جلسے کو بطریق اسلامی سلام کیا۔ اور اپنے قبول اسلام کی تصدیق کی۔ مقام کوچین کے بعد علاقہ ٹراونکور وریاست کوچین و مالا بار کے ۲۵ مقامات کا دورہ کیا گیا۔ اس دورہ میں شیخ عبداللہ گاندھی کے علاوہ ڈاکٹر کمال پاشا تیل بھی شریک تھے مگر علاقہ ٹراونکور میں وہ ہمراہ نہ تھے۔ کیونکہ علاقہ ٹراونکور میں ان پر تقریر کی بندش تھی، ہر جگہ بے حد جوش وخروش پھیلا، ہزار ہا غیر مسلموں نے ہمارے جلسوں میں شریک ہو ہو کر ہماری تقریریں سُنیں، تقریباً ہر مقام پر کچھ نہ کچھ غیر مسلم ان جلسوں میں اس خاکسار کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ یہ دورہ اس قدر کامیاب رہا اور اس سے تحریک اشاعتِ اسلام کو اس قدر قوت حاصل ہوئی کہ مخالفین اسلام سراسیمہ ہو گئے۔ واپسی کے وقت راقم شیخ عبداللہ گاندھی اور سیٹھ محمد زکریا مینار صاحب سے مدراس میں علیحدہ ہو کر دہلی کو روانہ ہو گیا اور ان دونوں کو بلحاظ حالات یہ ہدایت کر آیا کہ شہر مدراس میں ہرگز نہ جائیں بلکہ سیدھے بمبئی کو روانہ ہو جائیں......

تصویر نمبر۳

(۱۳) ۲۴ر ستمبر ۱۹۳۶ء سے ۳۰ر ستمبر ۱۹۳۶ء تک کانپور کی ''صوبہ تبلیغ کانفرنس'' کا سلسلہ جاری رہا، جمعیۃ مرکزیہ کی شاخ صُوبۂ یوپی اس کانفرنس کی محرک اور جُملہ انتظامات کی ذمہ دار تھی اور عالم اسباب میں حضرات کانپور کی فیاضی اس کے مصارف کی کفیل۔ یہ کانفرنس عرصۂ دراز سے قرار پا چکی تھی اور اعلان ہو چکا تھا کہ شیخ عبداللہ گاندھی اس کے صدر ہونگے..... چنانچہ وہ بلائے گئے۔ اس کانفرنس کے ایام میں کانپور جوش و خروش کا ایک لہراتا ہوا سمندر تھا، کانفرنس کا اصل مقصد مسلمانوں کو اچھوتوں میں اشاعت اسلام کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ چنانچہ اس موتمر کی تمام کارروائی اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی گئی۔

(۱۵) ۱۰ر نومبر ۱۹۳۶ء سے ۱۵ر نومبر ۱۹۳۶ء تک میرا وقت سفر بمبئی میں صرف ہوا، مقصد سفر وفد علماء جامعۂ ازہر (ملک مصر) کا استقبال اور ملاقات تھا، ایک عرصہ سے اس وفد کے ہندوستان آنے کی خبر مل رہی تھی، کہا جاتا تھا کہ اچھوتوں میں اشاعت اسلام کے مسئلہ پر غور کرنے کے لیئے آرہا ہے اور چونکہ میرے خاص احباب کو خصوصاً علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کو اس وفد کے لیئے سہولتیں بہم پہنچانے کا بڑا خیال تھا اور اس موقع پر اخباروں سے معلوم ہوا کہ یہ وفد ان ایام میں بمبئی پہنچے گا اس لیئے میں بمبئی گیا، لیکن ان ایام میں وفد ازہر نہیں پہنچا اور میرا یہ سفر بے نتیجہ رہا، انہیں ایام میں بمبئی میں معلوم ہوا کہ شیخ عبداللہ گاندھی کے ارتداد کی تجویز مکمل ہو چکی اور وہ ۱۴ر نومبر کو باضابطہ آریہ سماجی بن جائینگے، چنانچہ ایسا ہی ہوا ارتداد کے بعد انہوں نے ایک بیان بھی شائع کیا مگر ہمارے احباب نے یہ طے کرلیا تھا کہ ہم کوئی بیان شائع نہ کریں گے، چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔ ان کے ارتداد سے پیشتر جو مراسلت انکے مالی مطالبات اور ان کی اخلاقی حالت کی اصلاح کے بارے میں انکے ساتھ ہوئی وہ محفوظ ہے لیکن ہمارے نزدیک ان کے قبول اسلام اور ارتداد دونوں کے اسباب کی بحث بے نتیجہ ہے، انکے قبول اسلام کو

جواہمیت دی گئی وہ تبلیغی مصالح پرمبنی تھی، ورنہ اسی طرح ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہوتے رہتے ہیں اگر وہ مہاتما گاندھی کے بیٹے نہ ہوتے تو نہ مسلمان ان کی اس قدر آؤ بھگت کرتے نہ دُنیا میں انکے قبولِ اسلام کا کوئی چرچا ہوتا، نہ ہندوانکے مسلمان ہوجانے پر یہ سمجھتے کہ ہندوقوم کی ناک کٹ گئی، نہ ہندوانکو واپس لینے کے لیئے اسقدر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے، رہا انکا مرتد ہوجانا، اس سے ہم بددل نہیں ہوسکتے، نہ اس کی وجہ سے تبلیغ کے کام کو بند کرسکتے ہیں، ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ جس طرح بعض بچے پیدا ہونے کے بعد مرجاتے ہیں اسی طرح بعض غیر مسلم مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہوجاتے ہیں، جس طرح بعض بچوں کے مرجانے سے سلسلہ توالدوتناسل کو آج تک کسی نے بند نہیں کیا، اسی طرح بعض نومسلموں کے مرتد ہوجانے سے ہم سلسلہ تبلیغ کو بند نہیں کرسکتے۔

(۱۶) جب راقم اپنے جنوبی ہند کے سفر اول (مذکورۂ بالا نمبر ۱۱) سے واپس آرہا تھا تو مدراس کے ایک اخبار سے یہ انکشاف ہوا کہ مہارقوم کے لیڈر ڈاکٹر امبیڈکر اور ہندومہا سبھائی ڈاکٹر مونجے اور بعض دیگر ہندومہاسبھائیوں کے مابین ایک خفیہ معاہدہ ہونے کو تھا۔ مگر اس معاہدہ کو مہاتما گاندھی، پنڈت مدن موہن مالوی اور مسٹر راجگوپال آچاریہ نے پسند نہیں کیا۔ اور مسٹر ایم سی راجہ مدراس کے اچھوت لیڈر نے اس خفیہ مراسلت کو شائع کر کے بھانڈا پھوڑ دیا اور اب ڈاکٹر امبیڈکر کھسیانی بلی بن کر کھمبا نوچ رہا ہے۔ مجھ کو ڈاکٹر امبیڈکر پر ابتداہی سے سخت اشتباہ تھا اس کے معاملات کا ذاتی علم رکھنے والے بلکہ خود اس سے معاملہ کرنیوالے مجھ کو نہایت صفائی سے بتا چکے تھے کہ اس سے کام لینے کا واحد طریقہ کیا ہے، مگر میرے بعض رفقاء کار اس کو فرشتہ سمجھتے تھے، میری قطعی رائے تھی کہ سکھوں سے اسکا سودا ہورہا ہے اور اب جو مراسلت اخباروں میں شائع ہوئی اس سے صریحاً پایا گیا کہ ہندومہا سبھا اور سکھوں دونوں سے یہ سودا ٹھہرا ہے کہ ہندو تو یہ تسلیم کرلیں کہ اچھوتوں کو جو سیاسی حقوق کمیونل ایوارڈ کی رو سے حاصل ہوگئے ہیں بعد

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کانپور-تعارف وخدمات

تبدیل مذہب وہ حقوق بدستور حاصل رہیں اور اچھوت قوم میں سکھ دھرم اختیار کرلیں۔ اخبار میں اس خبر کو پڑھنے کے بعد میں نے فوراً سیٹھ محمد زکریا مینار کو تار دیا کہ ناگپور پہنچیں اور مجھ سے ملیں۔ چنانچہ میں نے ناگپور میں قیام کیا اور سیٹھ مینار صاحب وہاں پہنچ کر مجھ سے ملے، ان سے ڈاکٹر امبیڈکر کے بارے میں مبادلۂ خیالات اور ضروری مشورہ کیا گیا۔ اس کے بعد جب میں باردوم جنوبی ہند کو جارہا تھا۔ (ملاحظہ ہو نمبر ۱۲) تو ناگپور میں بطور خاص یہ اطلاع ملی کہ ناگپور سے ہمارے ایک دوست نے جو قومِ مہار سے ہے۔ ڈاکٹر امبیڈکر کو لکھ کر دریافت کیا کہ مسلمان اور سکھ مہار قوم کے جلسوں میں آتے ہیں اور مختلف طریقوں سے تعلقات پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ ہم کو ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے اور کس سے تعلق رکھنا چاہیئے، ڈاکٹر امبیڈکر کا جواب آیا کہ سکھوں کی مدد کرنی چاہیے، جملہ حالات مندرجہ بالا کی روشنی میں یہ طے ہوا کہ ڈاکٹر امبیڈکر سے تائید کی امید رکھنا خلاف عقل ہوگا۔

(۱۷)........

وفد علماء از ہر ہندوستان میں

(۱۸) وفد علماء از ہر جس کا ذکر اوپر نمبر (۱۵) میں درج ہے آخر اس ملک میں آگیا۔ اور چونکہ میرا وفد مذکور کی ملاقات کے واسطے بمبئی جانا اور بے نیل مرام واپس آنا وفد مذکور کے علم میں آچکا تھا، اس لئے سکریٹری وفد مذکور نے مجھ کو لکھا کہ میں اس مرتبہ بمبئی کا عزم نہ کروں، وفد خود انبالہ آکر مجھ سے ملے گا، میں نے جواباً لکھا کہ انبالے کے بجائے دہلی میں میرا وفد سے ملنا بہتر ہوگا۔ چنانچہ اطلاع ملنے پر میں ۳۱؍دسمبر ۱۹۳۶ء کو دہلی میں وفد سے ملاقی ہوا، اس کے بعد یہ سلسلۂ ملاقات دہلی اور علی گڑھ میں ۱۲؍جنوری ۱۹۳۷ء تک جاری رہا۔ اور علامۂ اقبال علیہ الرحمہ کے ایماء سے میں ۲۷؍جنوری ۱۹۳۷ء کو لاہور بھی اس غرض سے گیا کہ علامہ موصوف میری موجودگی میں

وفد سے ضروری گفتگو کرسکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی روز اتفاق سے شیخ عبدالعزیز ثعالبی بھی علامہ اقبال سے ملنے کے لیۓ انکے مکان پر آئے، مجھ کو خطوط سے معلوم ہو چکا تھا کہ ثعالبی صاحب میری تلاش میں ہیں اس لئے خود میں نے ہی ان سے مصافحہ کر کے کہا کہ میں نیرنگ ہوں، اس کے بعد گفتگو ہوئی تو قرار پایا کہ ثعالبی صاحب مجھے دہلی میں ملیں، ثعالبی صاحب ہندوستان میں وفداز ہر کے ہمراہ ہی آئے تھے، مگر وفد سے ان کا تعلق نہ تھا۔ دونوں بظاہر ایک ہی مقصد کے لیۓ الگ الگ کام رہے تھے، چنانچہ ثعالبی صاحب سے دہلی میں ملاقات اور مبادلۂ خیالات ہوا اور فداز ہر بھی میری درخواست پر ماہِ فروری ۱۹۳۷ء میں دو بارہ دہلی آیا۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ شیخ عبدالعزیز ثعالبی اور وفداز ہر ایک دوسرے پر اعتماد نہیں رکھتے۔ لیکن بہر حال میں نے دونوں کو ضروری معلومات بہم پہنچا دیئے، اس کے بعد آج تک وفداز ہر کی صرف اس قدر خبر ملی کہ انھوں نے اپنے دورہ ہندوستان کی رپورٹ شائع کی ہے۔ وہ رپورٹ میری نظر سے نہیں گذری، ثعالبی صاحب کی طرف سے مطلق کوئی آواز نہیں آئی۔

(۱۹) ۱۴/جنوری سے ۹/فروری ۱۹۳۷ء تک سید محمد عبدالحی صاحب نے کوچین، الیپی اور پونانی کا اس غرض سے دورہ کیا کہ وہاں کام کرنیکا طریقہ طے کیا جائے۔ کوچین کی اشاعت اسلام کمیٹی خوابِ غفلت میں تھی، ڈاکٹر کمال پاشا تیل کے مخالفین اور ہندوؤں سے کاروباری تعلقات رکھنے والوں نے اس کمیٹی کو عضو معطل بنا دیا تھا۔ سید صاحب نے رپورٹ کی کہ ڈاکٹر کمال پاشا کے اخبار ''پرکاسم'' کو بعض شرائط کے ماتحت ماہانہ امدادی جائے، کوچین میں جمعیۃ مرکزیہ کا دفتر قائم کیا جائے، رسالہ اشاعت الیپی کو بعض شرائط پر ماہانہ امداد دی جائے۔ اخبار اور رسالے کو امداد دی گئی مگر شمالی ہند سے کسی کارکن کو کوچین بھیج کر وہاں دفتر قایم کرنا اور چلانا قابل عمل نہ تھا، اس قدر صرفہ برداشت کرنا بھی مشکل تھا، مگر کوئی آدمی ہی دستیاب نہ ہوا۔

(۲۰) ۲۲/مارچ سے ۲۵/مارچ ۱۹۳۷ء تک میں نے بمبئی کا سفر کیا۔ سید محمد عبدالحی صاحب ہمراہ تھے، اس سفر کا مقصد احباب بمبئی و ناگپور سے بمقام بمبئی مشورہ کرنا تھا، آئندہ صوبۂ سی پی کے اچھوتوں میں تبلیغ کا کام کس طریقے پر کیا جائے، قرار پایا کہ ڈاکٹر امبیڈکر اور اس کے ہم خیالوں کو نظر انداز کرتے ہوئے مہار قوم کے مبلغین کے ذریعہ سے کام جاری رکھا جائے، چنانچہ اسی نوعیت کا پروگرام بنایا گیا۔

(۲۱) ۳۰/اپریل سے ۱۶/مئی ۱۹۳۷ء تک سید محمد عبدالحی صاحب ناگپور میں مقیم رہے، وہاں کے حالات کا مطالعہ اور پروگرام مذکورۂ نمبر (۲۰) کے متعلق انتظامات کرتے رہے۔

(۲۲) ۲۱/مئی سے ۲۷/مئی ۱۹۳۷ء تک میں نے رائپور (سی پی) اور بمبئی کا سفر کیا۔ تقریب سفر رائپور میں جلسۂ عید میلاد پاک میں شریک ہونا اور بمبئی میں ڈاکٹر کمال پاشا تیل سے جو جلسہ عید میلاد پاک کی صدارت کے لئے بمبئی میں مدعو کئے گئے تھے اور نواب بہادر یار جنگ بہادر سے جو اسی مقصد سے بمبئی آنے والے تھے ملنا تھا، لیکن رائپور اور بمبئی ہر دو مقامات میں اشاعتِ اسلام کا کام بھی کیا گیا۔

(۲۳) راقم ۲۳/جون سے ۱۳/جولائی ۱۹۳۷ء تک مانگرول، ناگپور وغیرہ مقامات کے سفر میں رہا۔ مانگرول کا قصد نواب صاحب بہادر فرماں روائے مانگرول سے ملاقات اور تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کیا گیا۔ مگر وہاں ناگپور کے بارے میں ایسے تار پہنچے کہ وہیں سے ناگپور جانا ضروری ہو گیا، چنانچہ سید محمد عبدالحی صاحب کو بذریعہ تار ناگپور میں طلب کیا گیا، وہ ۵/جولائی کو ناگپور پہنچ گئے۔ اور راقم ۷/جولائی کی صبح کو پہنچا۔ مجھ کو ناگپور سے علیگڑھ اور وہاں سے ادیپور پہنچنا تھا، اس لیۓ ناگپور کا کام سید محمد عبدالحی صاحب کے حوالے کیا گیا۔ اور سید صاحب نے ۲۰/جولائی تک ناگپور میں قیام کر کے وہاں کا کام کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مہار قوم کے ۱۷/لڑکے اپنے والدین اور بزرگوں کی رضامندی سے مسلمان ہوئے اور اسلامی تعلیم دلانے کے لئے ان کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں

داخل کرنا قرار پایا۔ چنانچہ سید صاحب ان لڑکوں کو لے کر ۲۱/ جولائی کو روانہ ہوئے اور ۲۲/ جولائی ۱۹۳۷ء کو ان کو دارالعلوم مذکور میں داخل کر دیا۔

جناب ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے جن کو اشاعتِ اسلام کے کام سے بے حد عملی دلچسپی ہے، ان طلبہ کے لیئے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہونچائیں اور ایک خاص مدرس مولوی نجم الدین صاحب کو ان کی تعلیم وتربیت ونگرانی کا ذمہ دار بلکہ ہر وقت کا مصاحب و مربی مقرر کر دیا۔ راقم بھی ان طلبہ کی ملاقات اور دلجوئی کی غرض سے ۹/ اگست ۱۹۳۷ء کو لکھنؤ پہنچا اور دو روز تک لکھنؤ میں مقیم رہا۔ سید محمد عبدالحی صاحب اسی سلسلے میں ۸/ اگست سے ۱۱/ اگست تک لکھنؤ میں رہے، ان لڑکوں کا مسلمان ہونا اور ان کے والدین واولیا کا ان کو تعلیم کے لیئے ہمارے حوالہ کرنا ایک ایسا واقعہ تھا جس کا صوبہ سی پی کی مسلم وغیر مسلم پبلک دونوں پر بڑا گہرا اثر ہوا، اس موقع پر ان لڑکوں اور ان کے سر پرستوں کا فوٹو لیا گیا تھا (ملاحظہ ہو فوٹو نمبر ۴) جب راقم ۹/ اگست کو ان بچوں کو دیکھنے کیلیئے لکھنؤ گیا تو وہاں کے دیگر طلبہ اور حضرت ناظم ندوۃ العلما اور بعض مدرسین کے ساتھ بھی ان بچوں کا فوٹو لیا گیا۔ (ملاخطہ ہو فوٹو ۵)

(۲۴)...........

(۲۵) ۱۶/ اگست سے ۲۵/ ستمبر ۱۹۳۷ء تک سید محمد عبدالحی صاحب نے ناگپور، واردھا، وائگاؤں ضلع واردھا اور بورگاؤں ضلع واردھا میں کام کیا۔ سید صاحب اس عرصہ میں نہایت سخت علیل تھے (خدا کی قدرت کہ میری طرح ان کو بھی بلڈ پریشر ہی کا عارضہ ہے) کئی مرتبہ ان کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ مگر وہ میدان میں ڈٹے رہے، حکیم محمد سمیع اللہ میکش انصاری انکے ہمراہ تھے ۲۲/ ستمبر ۱۹۳۷ء کو موضع بورگاؤں میں (۸۰) نفوس قوم مہار مشرف باسلام ہوئے، درحقیقت اس گاؤں کی کل مہار آبادی جس کی تعداد ۲۴۴ ہے، آمادۂ قبول اسلام تھی اور ان کے قبول اسلام کی تاریخ ۲۴/ ستمبر مقرر کی

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کانپور-تعارف وخدمات

تصویر نمبر ۴

تصویر نمبر۵

گئی تھی مگر دیہات نواحی کے ہنود آمادۂ کشت وخون تھے اس لیئے تاریخ مقررہ سے دوروز پیشتر اعلان کے بجائے اخفا کے ساتھ کام کیا گیا اور صرف ایسے لوگوں کو مسلمان کیا گیا جو بڑی حد تک ایک آزاد حیثیت رکھتے تھے، مزدوری پیشہ لوگوں کو جن کا بائیکاٹ بہت جلد مجبور کر دیتا، مشورہ دیا گیا کہ فی الحال انتظار کریں۔

(۲۶) ۱۱راکتوبر سے ۱۹راکتوبر ۱۹۳۷ء تک راقم آگرہ، کانپور اور لکھنؤ کے سفر میں رہا اور کانپور اور لکھنؤ میں سید محمد عبدالحی صاحب بھی میرے ہمراہ رہے، اس سفر میں سی پی کے نومسلم طلبہ کے متعلق بعض انتظامات کیئے گئے۔

(۲۷) ۲۴راکتوبر سے ۴رنومبر ۱۹۳۷ء تک راقم اور سید محمد عبدالحی صاحب ناگپور، واردھا، وانگاؤں، بورگاؤں اور بھوپال کے سفر میں رہے۔ میں نے بورگاؤں کے نومسلموں کو نہیں دیکھا تھا، ان سے ملنا، ان کی دلجوئی کرنا اور ان کے متعلق بعض انتظامات کرنا ضروری تھا، حالات یہ تھے کہ ان کے مشرف باسلام ہونے کی تاریخ مشتہرہ یعنی ۲۴رستمبر کو دیہات نواحی کے پانسو ہندوؤں نے جو تلواروں اور کلہاڑوں اور برچھوں سے مسلح تھے۔ بورگاؤں پہنچ کر گاؤں کا گشت کیا۔ جب دو تین گھنٹے کے گشت میں ان کو نہ کوئی مسلمان ہوتا دکھائی دیا، نہ کوئی مسلمان کرتا ہوا نظر پڑا تو انہوں نے نو مسلموں سے جن کے قبول اسلام سے وہ آگاہ نہ تھے، کہا کہ ہم نے سنا تھا کہ آج تم کو مسلمان کیا جائے گا اور ہم اس لیئے آئے تھے کہ جو کوئی تم کو مسلمان کرے اس کا سر اڑادیں اور جو مسلمان ہو اس کا بھی، سو خیر آج تو ہم جاتے ہیں لیکن اگر کبھی یہاں کوئی مسلمان آ کر کسی کو مسلمان کرے گا ہم اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور جو مسلمان ہوگا اس کو بھی۔ اس اعلان کے بعد وہ فوج چلی گئی، اس کے بعد یہ نو مسلم واردھا پہنچے، وہاں انھوں نے پولیس اور دیگر حکام کو تحریری درخواستیں دیں جن میں اپنے قبول اسلام کے واقعہ کو بیان کرنے کے بعد ہندوؤں کے حملے اور دھمکی کا

حال لکھا اور جو نقص امن اور نقصان جان و مال کا اندیشہ درپیش تھا اس کی جانب حکام کو متوجہ کیا، چنانچہ ایک ماہ تک پولیس کا ایک دستہ اس گاؤں میں قیامِ امن کی غرض سے مقیم رہا، اور ہندو سورماؤں کے ارمان پورے نہ ہونے پائے، جس روز راقم بور گاؤں پہونچا، اس سے ایک ہی روز پیشتر پولیس کی چوکی اس گاؤں سے اٹھی تھی۔
بورگاؤں سب کارروائی کے لئے بھیج دیئے۔

(۲۸) تفصیلی امور کے مختصر بیان کے بعد اب واقعات پر ایک جامع اجمالی نظر ڈالنا نیز نتائج اور موجودہ حالات اور آیندہ اغلبات کا اندازہ لگانا مناسب ہوگا، ہمارے کام کا میدان زیادہ تر صُوبہٗ سی پی، اسکے دوسرے درجہ پر جنوبی ہند اور تیسرے درجہ پر صُوبہٗ متحدہ رہا ہے، بہ ترتیب معکوس خلاصۂ حالات یہ ہے:

(الف) صوبہٗ متحدہ میں تا حال یہ کام لٹریچر کی اشاعت کی شکل میں ہوا ہے، ہندی لٹریچر بکثرت شائع کیا گیا۔ خصوصاً آل انڈیا اچھوت کانفرنس لکھنؤ منعقدہ ماہ مئی ۱۹۳۶ء کے موقع پر اس کانفرنس کا ڈھول بہت زور سے پیٹا گیا تھا، بظاہر اسکے بانی مبانی اچھوت تھے مگر جیسا کہ بعد کو ثابت ہوگیا، پس پردہ اور ہی لوگ کارفرما تھے، کانفرنس میں تمام مذاہب کے نمایندوں کو مدعو کیا گیا تھا، کہ آئیں اور اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیاں کریں تاکہ یہ کانفرنس فیصلہ کرے کہ اچھوتوں کو کون سا مذہب اختیار کرنا چاہیئے۔ جملہ اہل مذاہب سے مصارف کانفرنس کے لیئے مالی امداد بھی طلب کی گئی، ہم بھی ایک معقول رقم پیش کرنے کو آمادہ ہو گئے تھے مگر وقت پر حقیقت حال معلوم ہوگئی۔ اس لیئے وہ رقم ضائع ہونے سے بچ گئی.......

بہر حال کانفرنس ہوئی مگر بہت چھوٹے پیمانے پر، ڈاکٹر امبیڈکر کی صدارت مشتہر ہوئی تھی، آخری وقت میں ان کا پیغام آگیا کہ ان کو ڈاکٹر نے سفر سے منع کر دیا ہے، مسلمانانِ ناگپور نے اس کانفرنس میں نہایت اچھی دلچسپی لی، وفد ناگپور جو مہاروں

پر مشتمل تھا، اس کے نصف مصارف سفر خاموش کمیٹی نے اور نصف مصارف ہم نے ادا کئے۔ ناگپور سے مولانا حکیم اسرار احمد صاحب اور مولوی فضل الرحیم صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل اس وفد کے ہمراہ لاری میں لکھنؤ تشریف لائے، مسلمانان لکھنؤ نے ناگپور کے اس وفد کی نہایت خاص آؤ بھگت کی، اسلام کی تائید میں وفد نے خوب خوب تقریریں کیں، کانپور کی تبلیغ کانفرنس منعقدہ ماہ ستمبر ۱۹۳۶ء کا ذکر اوپر آچکا ہے، یہ بھی صوبہٗ متحدہ کے اچھوتوں میں اشاعتِ اسلام کی طرف ایک بہت بڑا اقدم تھا۔

(ب) جنوبی ہند میں اچھوتوں میں اشاعت اسلام کے لیئے جو کام کیا گیا اس کا ذکر اوپر نمبر ۱۱ و ۱۲ میں آچکا ہے۔ موجودہ حالت یہ ہے کہ......ڈاکٹر کمال پاشا تیل نے خطہ کیرلا کے لئے ایک پنج سالہ اسکیم بنائی تھی اس کو عمل میں لانے کے لیئے بڑی زبردست تنظیم کی ضرورت تھی، لوگوں نے اس کی داد تو بہت کچھ دی مگر عمل کے لیئے کوئی آمادہ نہ ہوا مگر ڈاکٹر صاحب موصوف اپنا اخبار پر کاسم چلا رہے ہیں، الیپی سے مولوی عبدالقادر صاحب اپنا ماہانہ رسالہ شائع کرتے ہیں، انجمن لجنۃ المحمد یہ الیپی ایک پرانی تعلیمی انجمن ہے، اس نے ۱۹۳۶ء میں تبلیغی کام کیا لیکن اب کچھ عرصہ سے اسکے کام کی نسبت کوئی خبر نہیں ملی۔ امیر علی صاحب نو مسلم نے ایک انجمن نصرۃ الاسلام قایم کی اور ایک اخبار جاری کیا۔ لیکن اس انجمن اور اخبار کا بھی کچھ حال معلوم نہیں، کویلون ریاست ٹراونکور میں ایک مسلم مشن بن رہا تھا لیکن وہ بن نہیں سکا، میاں بشیر احمد ایم اے اور ان کی انگریزی نژاد بیگم عارفہ بشیر احمد صاحب ۱۹۳۶ء سے کام کر رہے ہیں پہلے وہ الیپی میں انجمن لجنۃ المحمد یہ کے کام کو سنبھالے رہے بعدہ انھوں نے کویلون کو اپنا مستقر بنایا، ان کی ہمت اور استقامت قابل داد ہے، پونانی کی انجمن معونۃ الاسلام ایک پرانی تبلیغی جماعت ہے۔ تیس سال سے کام کر رہی ہے اس کا کام نہایت باضابطہ اور ٹھوس ہے، ہم نے بھی اس انجمن کو مالی امداد دی۔

جملہ واقعات پر نظر ڈالنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس زور وشور سے جنوبی ہند میں تحریک تبدیل مذہب اٹھی تھی وہ زور شور عرصۂ دراز سے دب گیا۔اس کو دبانے کے لیئے ریاست ٹراونکور نے واعظان اسلام اور حامیان اسلام کے خلاف زبان بندی کے احکام جاری کیئے، ریاست کے اثر سے اور خزانۂ ریاست کی مالی امداد سے ایک ہندو مشن قایم ہوا جس نے تحریک تبدیل مذہب کو روکنے کے لیئے طرح طرح سے کام کیا، اور آخر کار ریاست نے اچھوتوں کے لیئے مندروں میں داخل ہونے کی اجازت دیدی۔ یہ ایک انقلابی حکم تھا جو ایسے ملک اور ایسے خطہ میں دیا گیا جہاں مندروں میں داخل ہونا تو کجا اچھوتوں کو شارع عام سڑکوں پر چلنے کا حق نہ تھا۔اس حکم کا ڈھول تمام ہندوستان میں پٹیا گیا، مہاراجہ ٹراونکور کی شان میں بیشمار قصیدے پڑھے گئے اور کوشش جاری ہے کہ ایسے ہی احکام دوسری ریاستوں میں بھی صادر ہو جائیں، چنانچہ دو تین ریاستوں میں ریاست ٹراونکور کی تقلید کی گئی ہے، اس حکم کے اجراء کے بعد ریاست ٹراونکور نے مہاتما گاندھی کو بلا کر تمام ریاست میں انکا دورہ کرایا۔ دیوان ریاست اس دورہ میں ان کے ہمراہ تھے، انہوں نے بھی اچھوتوں کی تالیف قلوب کی۔ بایں ہمہ تحریک تبدیل مذہب کے دب جانے کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی تھا کہ معدودے چند لوگوں کے سوا مسلمانوں نے عام طور پر اس تحریک سے فائدہ اٹھانے کی کوئی کوشش نہیں کی، نہ اس کام کے لیئے کوئی قابل ذکر سرمایہ بہم پہنچایا۔ نہ درحقیقت اس تحریک کی کوئی پروا کی جس طرح دوسرے معاملات میں ہماری قوم پر جمود، نافہمی، بے حسی اور غفلت مستولی ہے۔اس معاملہ میں بھی وہی حال رہا ہے مگر تحریک کے دب جانے کے باوجود بھی جنوبی ہند میں اشاعتِ اسلام کے کام کے لیئے بڑے امکانات ہیں، استقامت کے ساتھ کام کرنیوالا چاہیئے۔

(ج) صوبۂ سی پی میں مرہٹی اخبار دو مرتبہ جاری کیا گیا، اس کے لیئے پریس خرید اگیا۔

پریس اب تک موجود ہے، اخبار عارضی طور سے بند ہے اگر اس کو چلانے والے میسر آجائیں تو اب بھی چلایا جاسکتا ہے، مہار بچوں کی تعلیم کے لیئے اردو کلاسیں جاری ہیں، باضابطہ مسلمان ہوئے بغیر بھی جو بچے ان کلاسوں میں پڑھتے ہیں ان کو اسلام کی تعلیم ملتی ہے، فرداً فرداً بہت سے اچھوت مسلمان ہوتے رہے ہیں، ان نومسلم لڑکوں کا حال اوپر بیان ہوچکا جن کو اسلامی تعلیم کے لیئے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے دارالعلوم میں داخل کیا گیا ہے، بورگاؤں میں اسی (۸۰) نفوس کے قبول اسلام، ان کی تعلیم کے لیئے بورگاؤں میں مدرس کا تقرر اور ان کی ضروریات کے لیئے بورگاؤں میں دکان کھولنے کا ذکر آچکا۔ یہ تجویز بھی ہے کہ اگر ضرورت ہو تو نو مسلم مہاروں کی نوآبادی قایم کیجائے، اس مطلب سے اراضی حاصل کرنے کا انتظام درپیش ہے، بعض حضرات نے بڑی فیاضی سے اس کام میں امداد کا وعدہ فرمایا ہے، اس دو سال ۵ ماہ کے عرصہ میں جلسوں، تقریروں اور لٹریچر کے ذریعہ سے اشاعت اسلام کا بے شمار کام ہوا ہے اور اگر قلتِ سرمایہ ہمارے لیئے سدراہ نہ ہوتی تو نومسلموں کی تعداد ہزاروں تک پہونچ جاتی، مگر اس کو ہم ہی جانتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ جو سب کچھ جانتا ہے، اس سے آگاہ ہے کہ یہ تھوڑے سے نومسلم جو مشرف باسلام ہوئے ہیں ان کی نگہداشت اور نہایت ضروری اور قلیل امداد کے لیئے بھی کن کن مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور چند کارکن جو اس کام کو کر رہے ہیں، ان کی تنخواہ اور مصارف سفر ادا کرنے کے لیئے کیا کیا جتن کیئے جاتے ہیں......۔

(۲۹)......

(الف) تحریک تبدیل مذہب کو اچھوتوں کے لیڈروں نے اٹھایا تھا اور ان کے مقاصد سیاسی تھے، مذہب کے روحانی پہلو پر ان کی نظر کبھی نہ تھی، عقائد کے حق و باطل اور اعمال کے نتائج اخروی سے ان کو کوئی سروکار نہ تھا، ان کو روٹی کی ضرورت

تھی، دنیوی عزت کی ضرورت تھی، وہ غلامی اور ذلت سے نکلنا چاہتے تھے، سوسائٹی میں دوسروں کے برابر ہونے کی خواہش تھی، اور تبدیل مذہب کی دھمکی دے کر ہندوؤں سے اپنے مطالبات تسلیم کرانا چاہتے تھے......

(ب)....

(ج).....

(د) ہندوؤں نے اچھوتوں کی اس تحریک کو دبانے کی بڑی تدبیریں کیں۔

اول۔ان کی اصلاح کے لیۓ مسٹر گاندھی نے ہندوستان بھر کا دورہ کر کے پچیس لاکھ روپے سے زائد اچھوت فنڈ جمع کیا، ہریجن سیوا سنگھ کے نام سے ایک جماعت بنائی جس کی شاخیں تمام ہندوستان میں ہیں، اور ہر جگہ اچھوتوں کی تعلیم اور اصلاح کا سلسلہ جاری کیا۔

دوم۔اچھوتوں میں ہر جگہ تفریق پیدا کر کے تبدیل مذہب کی مخالفت کرنیوالے دھڑے قایم کئے اور بہت سے ایسے لیڈر بنا دیئے جو حامیان تبدیل مذہب کے مقابلہ پر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور وہ سب ہندوؤں کے پٹھو ہیں۔

سوم........

(ہ) تحریک تبدیل مذہب کی بھڑکتی ہوئی آگ جو ہر جگہ شعلہ زن تھی، اب بجھ گئی ہے مگر راکھ کے نیچے دبی ہوئی چنگاریاں اب بھی موجود ہیں اور ان چنگاریوں سے کام لیا جاسکتا ہے۔

(و) مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیۓ کہ روپے کے بغیر اشاعت اسلام کا کام کبھی نہیں ہوسکتا اور سرمایہ بہت بڑا درکار ہے، جو لوگ مسلمان ہوتے ہیں وہ فوراً طرح طرح کی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں، بہت سے خویش واقارب سے بے تعلق ہو کر بے کسی میں مبتلا ہو جاتے ہیں بلکہ خویش واقارب ان کے دشمن بن جاتے ہیں، مزدور کی مزدوری چھن جاتی ہے، کاشتکار کی زمین قبضے سے نکل جاتی

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کانپور-تعارف وخدمات

ہے، کنوئیں سے پانی ملنا بند ہو جاتا ہے، دوکان سے سودا تک نہیں ملتا، گھر سے نکلنا تک مشکل ہو جاتا ہے اور جان و مال ہر وقت خطرہ میں پڑ جاتا ہے، ان حالات میں نومسلم کو طرح طرح کی امداد دینی پڑتی ہے، اگر کافی سرمایہ نہ ہو تو ''زر نیست عشق ٹیں ٹیں'' کی مثال صادق آتی ہے۔

(ز) مسلمانوں کو یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیۓ کہ یہ کام بہت آہستہ چلنے والا ہے، اس میں جلد جلد نتائج کی توقع نہ رکھنا چاہیے، صبر اور استقامت کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے، عیسائی مشنوں کی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ہر مقام پر پچیس سال تک بے نتیجہ محنت کی اور روپیہ غارت کیا، مگر جی نہ چھوڑا، پچیس سال کے بعد اس مقام میں بڑی تعداد نے بپتسمہ لے لیا، مبلغ خواہ مسیحیت کا ہو یا اسلام کا، کام کی نوعیت ایک ہی ہے، دونوں کو انتہائی صبر اور استقامت کے ضرورت ہے.........

(ح).......

(ط).......(۱۹)

ہوسکتا ہے اس وقت کی سعی وجدوجہد سے ''اسلام'' کے بوئے ہوئے بیج ۱۹۸۳ء میں بار آور ہوئے ہوں جب اسی علاقہ کے میناکشی پورم اور آس پاس کے کئی گاؤں کے سیکڑوں افراد مشرف باسلام ہوگئے تھے۔اس میں دوسرے اسباب وعوامل اور بعد میں دوسروں کی گئی کوششوں کے عمل دخل کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

(۱۹) اچھوتوں میں اشاعت اسلام صفحہ ۳۱

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، انبالہ
کی مختلف النوع دینی وتبلیغی خدمات ۱۹۳۸ء

۱-امسال جن غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا ان کی تعداد ۴۷ ہے۔

۲-۳۳۴ر مختلف اضلاع ومقامات کے دورے کئے گئے

۳-۱۰۱ مقامات پر جلسہ ہائے عام منعقد کئے گئے۔

۴-مختلف اضلاع وعلاقوں میں پچاس مدرسہ چالو رہے۔

۵-نو مدرسین ومبلغین کام کرتے رہے۔

۶-۵۸۵۷ر تبلیغی لٹریچر تقسیم گیا۔

۷-جمعیۃ اور اس کی ملحقہ شاخوں کے ماتحت ۵۰ر ابتدائی مدارس جاری رہے۔

۸-صدر دفتر انبالہ میں ۱۱۲۰ر خطوط موصول ہوئے، اور دفتر جمعیۃ نے کل ۴۵۱۹ر مراسلات جاری کئے۔(۲۰)

۱۹۳۹ء

۱- دس نومسلم طلبہ کو کانپور جمعیۃ کے آفس میں لایا گیا اور ان کے قیام وطعام اور تعلیم وتدریس کا بندوبست کیا گیا، یہ طلبہ دفتر جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ کی بلڈنگ میں زیر نگرانی جناب مولوی سید محمد عبدالحی صاحب معتمد تبلیغ جمعیۃ ہذا رہتے ہیں۔

۲-امسال ۱۹۵ر غیر مسلم جمعیۃ ہذا اور اس کی شاخوں کے ذریعہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۳-مختلف اضلاع وعلاقوں میں پچاس مدرسے جاری رہے جن میں طلبہ کی کل تعداد ۱۴۶۸ تھی۔

۴-۱۵۵۶۵ر تبلیغی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

۵-۵ر انجمن مختلف اضلاع میں قائم کی گئیں۔

(۲۰) جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام دوسالہ رپورٹ وخلاصہ حسابات جنوری ۱۹۳۸ء تا ۳۱ر دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۱۰ تا ۱۳

۶-۱۱۲ر تبلیغی جلسے مختلف شہروں میں منعقد کئے گئے۔

۷-دس ہزار تبلیغی پوسٹر واشتہارات تقسیم کرائے گئے۔

۸-۱۹۵۰ر کتابچے بزبان اردو رہندی تقسیم کئے گئے۔

۹-کانپور میں مولوی نبی اللہ الٰہی اور مولوی ظہور الحق قادری مبلغین جمعیۃ نے کانپور شہر کے ۱۲۵ محلوں کا گشت کیا، اور تقریریں کی، شہر کی مساجد کے ۳۴۳ ائمہ مساجد کو تقسیم لٹریچر کے لئے آمادہ کیا۔اور پانچ ہزار لیف لیٹ طبع کرا کر تقسیم کئے گئے۔ (۲۱)

(۲۱) جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام دوسالہ رپورٹ وخلاصہ حسابات جنوری ۱۹۳۸ء تا ۳۱ر دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۴۸ تا ۵۰ نیز دیکھئے خلاصہ روئداد جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ ص ۴-۱۸)

جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ

کی دینی و تبلیغی خدمات ۱۹۳۹ء

شمار	نام ضلع	تعداد مواضعات جن کا دورہ کیا گیا	شمار	نام ضلع	تعداد مواضعات جن کا دورہ کیا گیا
۱	گورکھپور	۵۱	۱	الٰہ آباد	۴۸
۲	کانپور	۲	۲	جون پور	۳۱
۳	ہمیر پور	۴	۳	فرخ آباد	۴۴
۴	باندا	۲	۴	کانپور، محلے	۴۷
۵	بنارس	۳	۵	گونڈہ	۲
۶	اناؤ	۱	۶	جالون	۵
۷	اعظم گڈھ	۳۴	۷	جھانسی	۴

اس کے علاوہ:

(۱) جمعیۃ کے خاص خاص کارکنان نے علاوہ صوبۂ ہذا کے شہر کلکتہ، صوبہ بہار کے مقامات کا اور بنگال کے ۶؍مقامات کا دورہ کیا۔

(۲) مختلف اضلاع میں ۱۵۵؍تبلیغی جلسے منعقد کئے گئے۔

(۳) آٹھ قدیم ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(۴) جمعیۃ کو ۹۶۷ مراسلے وصول ہوئے، اور ۵۲۳۸ مراسلے دفتر سے جاری ہوئے۔

(۵) درج ذیل تبلیغی لٹریچر تقسیم کرایا گیا:

نام	زبان	تعداد
اخبار اسلام	اردو	۳۰۰۰
اچھوت بیتی	اردو	۲۰۰
اچھوت سندیش	ہندی	۲۰۰
آپ بیتی	اردو ہندی	۲۰۰
اسلام مت کے عقیدے	ہندی	۲۵۰
سودی قرض کے ہولناک نتائج	اردو	۲۵۰
جملہ		۴۱۰۰

مرکزی اور صوبائی دفتر کے علاوہ، چونڈہ ضلع سیالکوٹ، اجمیر وغیرہ آفسوں کی کارگذاریاں الگ ہیں جنکی تفصیلات نہیں مل سکیں۔

(۲۲) جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام دو سالہ رپورٹ وخلاصہ حسابات جنوری ۱۹۳۸ء تا ۳۱؍دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۷۴ تا ۸۹ مختصراً نیز ملاحظہ ہو خلاصہ روئداد جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ ص ۴-۱۸

''تبلیغ اسلام'' کے سلسلے میں ایک استفتاء اور علماء کرام ومفتیان عظام کا جواب

یہ اس دور کی بات ہے کہ جب ہندوستانی مسلمانوں پر ''بٹ کے رہے گا ہندوستان بن کے رہے گا پاکستان'' کا بخار سوار تھا اور شدید بحرانی کیفیت میں مبتلا تھے، حضرات علماء کو سب وشتم کا نشانہ بنایا جاتا تھا، عوام ان پر کفر کے فتوے لگاتے تھے، ہندوؤں کا زر خرید کہتے تھے، قاتلانہ حملے کرتے تھے، غرض مسلمانوں کی اکثریت ملک کی سیاسی تقسیم کے حق میں تھی، ایسے میں ''تبلیغ ودعوت'' جیسے خالص تعمیری اور پر مشقت کام کی طرف کون متوجہ ہوسکتا تھا؟'' جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' اور اسکی صوبائی شاخ اس صورت حال سے متاثر ہوئی، تبلیغی اور دعوتی جدوجہد کو شدید نقصان پہونچا، صوبائی شاخ کے ناظم مولانا سید محمد عبدالحیؒ صاحب اس فکر میں مبتلا ہوئے کہ ''دعوت وتبلیغ'' کی اس بساط کو لپیٹ دینا ہی مناسب ہوگا، اس دور کی یہ کیفیت ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

> ''تبلیغ واشاعت'' کی جانب سے مسلمانان ہند کی بے حسی اور اس بے حسی کے سبب ''تبلیغی سعی وجہد'' میں جو رکاوٹیں اور ان رکاوٹوں کے باعث کارکنان تبلیغ کی حوصلہ فرسائیاں اور مایوسیاں اس درجہ بڑھ چکی ہیں کہ ان کا تذکرہ ایک داستان طویل سے کم نہیں، انہیں حالات کے پیش نظر میں پچھلے عرصہ میں بہت دل گرفتہ ہوا اور خیال کرنے لگا کہ ''جمعیۃ تبلیغ'' میں رہ کر جس اہم ذمہ داری کا بوجھ میرے کاندھوں پر رکھا ہوا ہے اس سے سبکدوش ہوجاؤں''۔

لیکن تنہا ان کی ذات کا معاملہ نہیں تھا، پوری جماعت کا معاملہ تھا، مولانا مرحوم کے احتیاطاً اپنی رائے اور فیصلہ کے متعلق دیگر حضرات علماء کرام سے استفتاء کرلیا جو جوابات موصول ہوئے ان کو جمعیۃ کے ہفت روزہ رسالہ ''اسلام'' میں شائع کرادیا، آپ بھی ان کے

سوالات اور چند حضرات علماء کے جوابات ملاحظہ فرمالیں:

سوالات :

(۱) بحالت موجودہ تبلیغ واشاعت اسلام کس درجہ ضروری ہے اور اسکی مخالفت کرنے والوں اور اس کو غیر ضروری سمجھنے والوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے اور اس کام میں امداد واعانت کرنے والوں کو کس درجہ کا ثواب حاصل ہوگا۔

(۲) کیا ملک کی سیاسی جدوجہد کو اس کام پر مقدم کیا جاسکتا ہے اور اس کام کو کچھ عرصہ کیلئے بحیثیت جماعت مؤخر کیا جاسکتا ہے؟

(۳) مسلمانوں کی عام بے حسی اور بے توجہی کی وجہ سے اگر تبلیغی جماعت کے ذمہ دار کارکن اس کام سے دست کش ہوجائیں، خاموش اور علیحدہ ہوکر سیاسی جدوجہد میں یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہوجائیں تو ان کا یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟

جوابات:

(۱) مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ صاحب دھلی

(۱) ''تبلیغ'' اور ''اشاعت اسلام اور مدافعت'' اہم مقاصد اسلامیہ میں سے ہیں انکی ہمیشہ اور ہر وقت ضرورت ہے، مخالفت کرنے والے درحقیقت اسلام کے مخالف اور معاند ہیں اور اسکی معاونت وامداد کرنے والے مجاہدین اسلام ہیں۔

(۲) سیاسی جدوجہد کا محاذ دوسرا ہے اور تبلیغی مساعی کا میدان علیحدہ ہے، دونوں ضروری ہیں اور اپنی اپنی حدود میں بیک وقت کام کرسکتی ہیں۔

(۳) یہ صحیح نہ ہوگا بلکہ ان کو اس کی اہمیت کے لحاظ سے جاری رکھنا لازم ہے۔

(۲) مولانا مفتی سید مھدی حسن صاحبؒ راندیر!

(۱) تبلیغ فرض کفایہ ہے ایک جماعت کو اس کے لئے ہر وقت مستعد اور برسر عمل رہنا چاہئے جو

مخالفت کرتا یا غیر ضروری سمجھتا ہے یا تو جاہل ہے یا دین کی اہمیت کو اس نے سمجھا ہی نہیں کسی فرض کی ادائیگی سے روکنے پر جو گناہ ہوتا ہے وہی یہاں بھی ہوگا۔

(۲) فریضہ تبلیغ مؤخر نہیں کیا جا سکتا موجودہ سیاسی جدوجہد کے زمانہ میں بھی ایک جماعت اس کے لئے رہنا چاہیئے۔

(۳) جو جماعت تبلیغ کی اہلیت کسی درجہ میں بھی رکھتی ہے اگر وہ پوری کی پوری اس فرض سے سبکدوش ہو جائے تو سب گنہگار اور مرتکب کبیرہ ہیں اور بعض اس فرض کو ادا کر رہے ہیں تو بعض گنہگار نہیں لیکن ذمہ داری کے لحاظ سے خدا کے یہاں ان سے مواخذہ ضرور ہوگا۔

(۳) مولانا محمد میاںؒ دار الافتاء جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد!

(۱) تبلیغ واشاعت اسلام فرض کفایہ ہے، نرغہ کے وقت فرض عین ہو جاتا ہے، اس کی مخالفت فرض عین یا فرض کفایہ کی مخالفت ہے اور اس پر عمل ادائے فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۲) موجودہ ملکی وسیاسی جدوجہد میں علمائے کرام کی شرکت تبلیغ واشاعت اسلام کا اہم ترین پہلو ہے، ہاں ہندوؤں کی تبلیغی ریشہ دوانیوں سے غافل رہنا بھی ادائیگی فرض میں کوتاہی ہے۔

(۳) کسی کی بے التفاتی کے باعث ادائے فرض میں کوتاہی کرنا اس استقلال وثبات کے منافی ہے جس کی تعلیم شریعت غراء اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، زیادہ نہ ہو سکے تو مقدور کے موافق کرنا چاہیئے۔

(۴) مولانا ابوالقاسم صاحبؒ بنارسی

(۱) موجودہ حالت میں اشاعت اسلام فرض اولین ہے، مخالفت کرنے والے یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کے مصداق اور غیر ضروری سمجھنے والے ذَرْنَا نَکُنْ مَعَ الْقَاعِدِیْنَ کہنے والوں کے ہم خیال ہیں اور اس نیک کام میں اعانت کرنے والوں کو وہی ثواب ہے جو مجاہدین کی امداد کرنے والوں کے لئے ہے۔

(۲) تبلیغ اسلام کو ملکی تحریکوں پر مقدم کرنا ہوگا۔

(۳) تبلیغی کاموں سے دست کش ہو کر دوسرے کاموں میں لگ جانے والا آیت قرآن ﴿بَلْ تُوْثِرُوْنَ الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا﴾ کا مصداق ہو جائے گا۔

(۵) مفتیان عدالت شرع شریف صدر ٹونک:

(۱) جو لوگ اپنے قول وعمل سے دنیا کو قرآن وسنت کی طرف بلائیں، انکی فضیلت وثواب کا کیا کہنا ہے اور جو لوگ اسکی مخالفت کریں انکی حرمان نصیبی اور سیاہ کاری کا کیا ٹھکانا۔

(۲) سیاسی جدوجہد مذہبی دعوت وارشاد سے علیحدہ چیز ہے اور کسی حالت میں دعوت وارشاد کو اس سے مؤخر نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) جو لوگ تبلیغ کے اہل اور ذمہ دار ہیں اور سوائے عام بے حسی کے انکے دست کش اور خاموش ہونے کی کوئی اور وجہ بھی نہیں ہے تو بلاشبہ شرعاً ان کا یہ فعل صرف غیر مستحسن ہی نہیں بلکہ لائق باز پرس خداوندی بھی ہوگا۔

(٦) مولانا محمد حسین صاحب قاضی ریاست وصدر دینیات بھوپال

(۱) ہر زمانہ میں تبلیغ واحکام اسلامی وحقائق وشریعت کی تبلیغ واشاعت لازمی ہے بالخصوص زمانہ مندرجہ سوال میں اشد ضروری اور منجملہ فرائض ہے، اشاعت اسلام کرنا خدمت نبوت کو انجام دینا ہے، اشاعت اسلام کی مخالفت کرنے والے سخت گنہگار ہوں گے بلکہ ان کے کفر کا اندیشہ ہے۔

(۲) تبلیغ اسلام باتباع احکام قرآنی ونبوی منجملہ ضروریات دین ہے اس لئے اس کو کسی وقت ملتوی نہیں کیا جا سکتا، کم از کم ایک جماعت کو اپنا ایک وقت ضرور اس میں صرف کرنا چاہیئے۔

(۳) تبلیغ سے کسی وقت چشم پوشی درست نہیں۔

(۷) مولانا ابوسعید محمد شرف الدین صاحب

ناظم مدرسہ سعیدیہ دہلی۔

(۱) تبلیغ اسلام ضروری ہے اس کے مخالف مستحق وعید ہیں اور معاون مستحق فلاح۔

(۲)اول تو سیاسی کام اس وقت برائے نام ہے، اکثر یا بعض امور میں کتاب وسنت کی خلاف ورزی ہوتی ہے، دوم اگر واقعی سیاسی کام صحیح ہو تو بھی ترک تبلیغ جائز نہیں۔

(۳)ترک تبلیغ جائز نہیں۔

(۸)مولانا محمد سلیمان صاحب دارالمبلغین لکھنؤ۔

(۱)اسلام کی نشرواشاعت جس طرح بھی ممکن ہو کرنا چاہئے اور جو لوگ اس میں اعانت کریں وہ مستحق ثواب ہیں، اس کام کی مخالفت کرنے والوں یا اس کو غیرضروری سمجھنے والوں نے اگر کوئی اس سے بہتر طریقہ تجویز کیا ہے تو خیر ورنہ سخت گنہگار ہیں۔

(۲)اشاعت اسلام ہر کام پر مقدم ہے۔

(۳)تکاسل قوم کی وجہ سے کوئی کام ترک نہیں کیا جاسکتا، اگر کوئی نہ بھی ساتھ دے تو عالم دین پر فرض ہے کہ وہ تبلیغ مذہبی میں منہک رہے۔

(۹)مولانا سعید احمد صاحب مفتی مظاہر العلوم سہارنپور

(۱)ایسی صورت میں مدافعت اور تبلیغ احکام اسلام فرض کفایہ ہے اس کے منکر فرض کفایۂ کے منکر اور گنہگار ہیں اور امداد کرنے والے فرض کفایہ کے ثواب کے مستحق ہیں۔

(۲)دونوں کام ضروری ہیں اور دونوں فرض کفایہ ہیں لیکن اگر اس کام کو چھوڑ دیا جائے گا اور سارے مسلمان سیاسی جدوجہد میں مصروف ہوجائیں گے تو سب کی سب گنہگار رہوں گے۔

(۱۰) مولانا مسعود احمد نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

(۱)اشاعت اسلام واجب اور ضروری ہے اسکا مخالف گنہگار ہے اور معاون ماجور ومثاب ہے۔

(۲)ان امور کو کسی دوسرے کام کی وجہ سے چھوڑنا جائز نہیں۔

تلك عشرة كاملة

(۲۳) ماہنامہ محکمات گ کانپور ستمبر ۱۹۸۴ء

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کانپور-تعارف وخدمات

جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ کا آفس آگرہ سے کانپور منتقل ہوتا ہے

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، انبالہ کا یہ صوبائی آفس آگرہ میں ماہ مئی ۱۹۳۸ء تک کام کرتا رہا پھر جون ۱۹۳۸ء میں بعض حالات ومصالح کے تحت اس کا آفس کانپور منتقل کردیا گیا۔ اس مکان کا سنگ بنیاد ۱۴/ مارچ ۱۹۳۷ء میں عالی جناب سید غلام بھیک نیرنگ ایڈوکیٹ ومعتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا، اس رسم میں عمائدین شہر نے بھی شرکت فرمائی اور ڈاکٹر بشیر الدین نے برمحل ایک نظم پڑھی اور تعمیر کا کام جناب قاضی منظور علی صاحب کے سپرد کیا گیا، یک منزلہ عمارت اگست ۱۹۳۷ء میں بن کر تیار ہوگئی۔ اور یہ صوبائی آفس ۵/جون ۱۹۳۸ء کو آگرہ سے کانپور منتقل ہوکر آگیا۔ (۲۴)

(۲۴) روئداد ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۵

تصویر عمارت دفتر جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ کانپور

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کا صدر دفتر انبالہ سے کانپور منتقل ہوتا ہے

۱۹۴۷ء کے پرآشوب دور اور تقسیم ہند کے وقت جمعیۃ کا ہیڈ آفس جو انبالہ میں تھا نذر آتش کردیا گیا، منصرم دفتر ضروری کاغذات لے کر لاہور چلے گئے، اور اس وقت کے جنرل سکریٹری جناب سید غلام بھیک نیرنگ صاحب کے سپرد کردیا جو خود کسی تبلیغی دورے پر تھے اور فسادات کی وجہ سے انبالہ کے بجائے لاہور چلے گئے جہاں ان کے دوسرے اعزاء تھے۔

دسمبر ۱۹۴۷ء میں جب حالات کچھ بہتر ہوئے تو صوبائی جمعیۃ کے جنرل سکریٹری اور مرکزی جمعیۃ کے معتمد تبلیغ جناب مولانا سید عبدالحئی صاحب، لاہور پھر راولپنڈی پہنچے، وہاں معتمد عمومی صاحب سے ملاقات ہوئی، ان سے جو گفتگو ہوئی اس سے اندازہ ہوا کہ موصوف کا ارادہ مستقل مغربی پنجاب میں قیام کرنے کا ہے، اس لئے طے پایا کہ جمعیۃ کے صدر دفتر کو باضابطہ طور پر کانپور منتقل کردیا جائے، چنانچہ جنوری ۱۹۴۸ء میں جمعیۃ کا صدر دفتر کانپور منتقل ہوگیا۔(۲۵)

نوٹ : چونکہ ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' انبالہ (مرکزی آفس) کی عمارت ۱۹۴۷ء کے فسادات میں نذر آتش کردی گئی تھی اس لئے ۱۹۳۹ء کے بعد کی تبلیغی خدمات کا کوئی ریکارڈ کانپور کے دفتر میں نہیں ہے، البتہ ملک کی مختلف لائبریریوں خاص طور پر پنجاب کی لائبریریوں میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے صرف صوبائی دفتر کی خدمات پیش ہیں۔ خود صوبائی دفتر میں کئی بار دیمک لگنے کی وجہ سے بہت سا ریکارڈ تلف ہوگیا، اس لئے جو معلومات حاصل ہوسکیں وہ درج کردی گئیں، بقیہ سنین کی خدمات کو قلمبند کرنے کے لئے کم سے کم ایک آدمی درکار ہے جو اس زمانے کے اخبارات اور روئداد اور رسالوں کا لائبریریوں میں جاکر جائزہ لے اور تفصیلات نوٹ کرے۔

(۲۵) روئداد جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام و جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدۃ صفحہ ۲-۳

تصویر عمارت صدر دفتر جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ

تقسیم ملک سے پہلے تو مسلمانان ہند تقسیم کے بحرانی مطالبہ میں مشغول تھے، ملکی تقسیم کے سوا اور کوئی دوسرا سیاسی حل انکی سمجھ میں نہیں آتا تھا اسلئے وہ ’’تبلیغ ودعوت‘‘ کی جانب توجہ نہ کر سکے اور تقسیم کے بعد مسلمان پہلے تو اپنی جراحتوں کی مرہم پٹی میں لگے، کچھ سکون ہوا تو سیاسی اور اقتصادی حیثیت سے فرقہ دارانہ فسادات کا تسلسل کے ساتھ شکار ہوتے رہے نتیجہ یہ نکلا کہ ’’تبلیغ ودعوت‘‘ جیسا تعمیری اور خالص دینی کام جس طرح پہلے محتاج توجہ رہا اسی طرح آج بھی محتاج توجہ ہے، جس طرح اس کام میں لگے رہنے کی ضرورت تقسیم ہند سے قبل تھی اسی طرح آج بھی اس کام میں لگنے کی ضرورت ہے، آزاد ہندوستان میں ہم مسلمانوں کی داخلی اور خارجی ذمہ داریوں میں کافی اضافہ ہوگیا ہے ہم کو ایک طرف اپنے معاشرہ کی دین کی بنیاد پر اصلاح اور اس میں استحکام پیدا کرنا ہے تو دوسری جانب ابناء وطن اور دیگر اقوام وملل کے ذہنوں کو اسلام کی جانب سے صاف کرنا اور انکی سوءفہمی رفع کرنا ہے۔

تبلیغ ودعوت خالص بنیادی اور تعمیری خدمت ہے جس سے مسلمان کسی زمانہ، عہد اور ناسازگار سے ناسازگار حالات میں بھی صرف نظر نہیں کر سکتے، تبلیغ امت مسلمہ کی ریڑھ کی ہڈی ہے اگر اس کام سے ہم غافل ہوگئے، دین کا پیغام دوسروں تک نہ پہونچا سکے تو گویا اپنے پیروں پر ہم آپ ہی کلہاڑی چلانے کا مصداق بنیں گے اس لئے اس موضوع پر اپنی فرصت کے اوقات میں زیادہ سے زیادہ غور وفکر کریں اور تبلیغ ودعوت کی خدمت انجام دینے والوں کے معاون بنیں۔(۲۶)

(۲۶) ماہنامہ محکمات کانپور، ستمبر ۱۹۸۴ء

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، کانپور

کی دینی وتبلیغی خدمات جنوری ۱۹۴۸ء تا ء جون ۱۹۴۹ء

۱۹۴۷ء میں ملکی تقسیم کا انقلاب آ گیا، جس نے سارے پروگرام تہس نہس کر دیئے، انبالہ کا صدر دفتر نذر آتش ہوا۔ برسہا برس کا ریکارڈ سوخت کر دیا گیا، املاک کی دستاویز جلا ڈالی گئیں، آگ وخون کی اس ہولی میں جمعیۃ کے نظام کا سنبھالنا دشوار ہو گیا، حکومت کے کارندے کانپور کے دفتر میں بیٹھ گئے، موجودہ معتمد عمومی مولانا سید محمد عبدالحی صاحب کی ہر نقل وحرکت کی سرکاری سطح پر نگرانی شروع ہوگئی، پرسش احوال کا یہ سلسلہ عرصہ دراز تک قائم رہا جس نے بڑی بڑی مشکلات پیدا کیں، ادھر رفقاء دکارکنان بھی ترک وطن کرنے لگے، معتمد عمومی کی تن تنہا ذات رہ گئی، جنہوں نے کسی نہ کسی طرح اس ڈھانچہ کو قائم و برقرار رکھا، بھاگ دوڑ، سعی وکوشش میں لگے رہے، مرحوم رفیع احمد صاحب قدوائی کا سہارا لیا، بار بار دہلی کا سفر کیا، پاکستان بھی گئے، ظاہر ہے کہ افراتفری کے اس طویل دور میں جبکہ جمعیۃ کا خزانہ خالی ہو بھلا کیا کام ہوسکتا تھا تاہم اس زمانہ میں بھی درج ذیل خدمات انجام دی گئیں:

۱- چار مبلغ حضرات مسلسل جمعیۃ کے مجوزہ پروگرام کے ماتحت مقررہ حلقوں میں تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ ساتھ ہی ان مبلغین نے اضلاع گورکھپور، دیوریا، چمپارن، چھپرا، فرخ اباد، کانپور، ایٹہ، اٹاوہ، ہمیر پور اور باندا کے تقریباً دوسو مقامات کا دورہ کیا۔

۲- ایک ایسے مبلغ کی خدمات حاصل کی گئی جو دیہات کے ان پڑھ مسلمانوں کو نہایت مؤثر مخصوص طریقہ سے نماز کا طریقہ، کلمے، اور دعائیں سکھاتا رہتا ہے، اس دوران اس نے تقریباً تین سو مسلمانوں کو نماز وغیرہ سکھائی۔

۳- اسی زمانہ میں رحمۃ للعالمین تینوں جلدوں کا ہندی ترجمہ کرایا گیا، لیکن سرمایہ کی کمی سے

صرف پہلی جلد شائع ہوئی، اسے غیر مسلموں تک پہنچانے کا خاص اہتمام کیا گیا، مثلاً ہر صوبائی اسمبلی کی لائبریری میں اس کو پہنچایا گیا، اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی، حکیم سمیع اللہ میکش، اور حاجی غلام رسول کی معرفت اس کی تقسیم کی گئی۔

۴- ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد کا مکمل ہندی ترجمہ کرایا گیا، لیکن سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے شائع نہیں ہوسکی، اس کا مسودہ اور رحمۃ للعالمین کا مسودہ شائد ابھی تک محفوظ ہو۔

۵- اسی زمانہ میں ضرورت کے چند مسائل، پنجگانہ نماز کی اہمیت، مسلمان بزدل نہیں ہوسکتا، مسلم کا کفن دفن (اردو ہندی) سیرت خلیل، فریضۂ تبلیغ واشاعت اسلام، اسلام مت کے عقیدے ہندی وغیرہ کتابیں شائع کی گئیں اور مسلمانوں میں تقسیم ہوئیں۔(۲۷)

(۲۷) ۱- روئداد خلاصہ حسابات صوبہ متحدہ ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۱ء ۱۹۳۲ء-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶
نیز دیکھئے بارہ سالہ خدمات کا خلاصہ اور ۱۵ سالہ خدمات کا خلاصہ
اور جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام ۱۹۳۱ء ۱۹۳۲ء ۱۹۳۸ء ۱۹۳۹ء نیز دوسالہ رپورٹ وخلاصہ حسابات جنوری ۱۹۳۸ تا دسمبر ۱۹۳۹ء

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کی سرگرمیاں

لٹریری خدمات تک محدود ہوتی ہیں

۱۹۴۷ء کے بعد چونکہ حکومت کی طرف سے دفتر والوں کی نگرانی شروع ہوگئی، بہت سے لوگ نقل مکانی کر گئے، کارآمد افراد ادھر ادھر چلے گئے، چندہ دہندگان ومعاونین کا ایک بڑا حلقہ پاکستان میں تھا، اور ہندوستانی حلقے ٹوٹ پھوٹ گئے، اس لئے جمعیۃ کی آمدنی یکلخت بند ہوگئی، فیلڈ ورک تقریباً بند ہوگیا، اور صرف ایک دو ملازم رہ گئے، ۱۹۷۰ء میں مولانا سید محمد عبدالحی صاحب کے انتقال کے بعد آمدنی بالکل ہی محدود ہوگئی، اور ۱۹۷۵ء سے ایک ملازم بھی باقی نہیں بچا، سابق وموجودہ معتمد عمومی صاحبان اور ان کے متعلقین اپنے ذاتی وسائل سے صرف لٹریری کام کسی نہ کسی طرح انجام دیتے رہے ہیں، اور کتابیں مفت تقسیم کراتے رہے ہیں۔

جمعیۃ کے لٹریری کام کی تفصیل آیندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۹۲۳ء تا ۱۹۴۷ء کے دوران شائع شدہ کتب

بعہد سید غلام بھیک نیرنگ (جنرل سکریٹری)

۱-غبار افق
(یعنی تحریک ارتداد کی مجمل تاریخ اور شدھی وسنگھٹن کے اغراض وغایات ۱۹۲۴ء طبع ثانی صفحات ۲۶۰)
۲-ہفتہ وار اردو ہندی اخبار ''اسلام'' ۱۹۳۶ء تا اگست ۱۹۴۱ء
۳-اچھوت بپتی (اردو)
۴-ہندو مسلم اتحاد (اردو)
۵-داعی اسلام (اردو)
۶-آپ بیتی (اردو)
۷- پیغام اسلام (اردو)
۸-مسلم کا کفن دفن (اردو) مولانا سید محمد عبدالحی
۹-آپ بیتی (ہندی)
۱۰- پیغام اسلام (ہندی)
۱۱- اسلام مت کے عقیدے (ہندی) مولانا سید محمد عبدالحی ۱۹۲۴ء
۱۲-مسلم کا کفن دفن (ہندی) مولانا سید محمد عبدالحی ۱۹۲۴ء
۱۳-بانگ کا بھید (ہندی)
۱۴-اسلام کا مہرشی (ہندی) قاضی عابد علی بلہوری ۱۹۳۷ء
۱۵-اسلامی بلاوا (ہندی) مئی ۱۹۳۶ء

۱۶- اچھوت بیتی (ہندی) ماہ مئی ۱۹۳۶ء

۱۷-پریم سندیش (ہندی)

۱۸-اسلام اور اچھوت سندیش (ہندی)

۱۹-ست اپدیش حصہ اول (ہندی)

۲۰-ست اپدیش حصہ دوم (ہندی)

۲۱-اسلام اور چھوت چھات (ہندی) قاضی عابد علی بلہوری

۲۲-پیغمبر اسلام کے چرنوں میں شردھانجلی

۲۳-اسلام اور چھوت چھات (ہندی) قاضی عابد علی بلہوری

۲۴-صحیح راہ عمل (بابت سود) مولانا حافظ قاری نثار احمد کانپوری مفتی آگرہ ودیگر ۱۹۲۵ء علی گڑھ

۲۵۔گورکھپور کا علاقۂ ارتداد از مولانا محمد امام الدین صاحب داعی جمعیۃ ۱۹۲۷ء

۱۹۴۸ء تا ۱۹۷۱ء کے دوران شائع شدہ کتب

بعہد مولانا سید محمد عبدالحیؒ (جنرل سکریٹری)

۱-سیرت خلیل وکتاب جلیل (اردو) مولانا سید محمد عبدالحی ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ

۲-نوائے نیرنگ (اردو) سید غلام بھیک نیرنگ (جون ۱۹۷۰ء)

۳-ضرورت کے چند مسائل (اردو) مولانا سید محمد عبدالحی

۴-یازدہ سورہ (مع عربی ہندی متن وترجمہ) مولانا سید محمد عبدالحی

۵-سرور عالم ﷺ (ہندی) علامہ سید سلیمان ندوی

۶-ہندی پرائمر اول دوم (اردو کی مدد سے ہندی سیکھنے والی کتاب)

۷-مسلم کا کفن دفن (اردو)

۸-نماز پنجگانہ کی اہمیت (اردو) مولانا سید محمد عبدالحی

۹۔رحمۃ للعالمین حصہ اول (ہندی) مولانا قاضی سلیمان منصور پوری، ترجمہ قاضی عابد علی بلہوری

۱۰-ترجمان القرآن (مولانا ابوالکلام آزاد) کا ہندی ترجمہ کرایا گیا لیکن شائع نہیں ہوسکا۔

۱۱-مسلم کا کفن دفن (ہندی)

۱۲-کتاب الصلوٰۃ (ہندی)

۱۳-اسلامی عقیدے (اردو) مولانا سید محمد عبدالحی مترجمہ مولانا ناصر علی ندوی (جولائی ۱۹۷۰ء)

۱۴-مسائل نماز عیدالفطر (اردو) محمد عبدالحیؒ (۱۹۷۱ء)

۱۵-ارکانِ حج (اردو) مولانا سید محمد عبدالحی

۱۶-اسلامز اچیومنٹس (انگریزی) پروفیسر محمد سمیع صدیقی (علیگ)

۱۷-کتاب الصلوٰۃ (انگریزی) جناب محی الدین صاحب ایل ایل بی

۱۸-مسلمان بزدل نہیں ہوسکتا (اردو) مولانا سید محمد عبدالحیؒ

۱۹-دی بلیسیڈ پرافٹ (انگریزی) پروفیسر محمد سمیع صدیقی صاحب ایم اے بی ٹی

(جمعیۃ کے پاس سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے خود پروفیسر صاحب نے اسے چھپوایا۔اوراب دہلی کے بعض مکتبات شائع کررہے ہیں۔)

۱۹۷۲ءتا۱۹۹۵ء کے دوران شائع شدہ کتب

بعہد مولانا سید محمد عبدالسمیع ندوی (جنرل سکریٹری)

۱-سب سے پہلے ایک ماہنامہ رسالہ ''محکمات'' کا اجراء کیا،جس کا پہلا شمارہ فروری ۱۹۷۴ء میں منظرعام پرآیااور۱۹۹۶ءتک ہر ماہ نکلتا رہا۔

۲-مسائل زکوۃ وعیدالفطر (اردو) محمد عبدالسمیع ندوی ۱۹۷۶ء

۳-کارڈینال پرنسپلز آف (انگریزی) مولانا سید محمد عبدالحیؒ مترجم محی الدین ایم اے ایل ٹی ۱۹۸۰ء

۴-مسائل رمضان وزکوۃ اورروزہ،تراویح،اعتکاف،ونمازعیدالفطر (اردو) محمد عبدالحیؒ ۱۹۷۲ء

۵-مسائل رمضان وزکوۃ اورروزہ،تراویح،اعتکاف،ونمازعیدالفطر (ہندی) محمد عبدالحیؒ ۱۹۹۱ء

۶-تمام اقوام عالم کودعوت فکر (اردو) ازمولانا عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی فروری ۱۹۸۹ء

۷-زکوۃ-فضائل ومسائل (اردو) محمد عبدالرشید ندوی

۸-آج کا مسلمان-ایک سوال؟ (اردو) فروری ۱۹۹۰ء

۹-بابری مسجد غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں (اردو) محمد عبدالسمیع ندوی

۱۰-اسلام کا نظام زکوۃ (اردو) مولانا ابوالکلام آزاد مئی ۱۹۸۱ء

۱۱-اسلام اورچھوت چھات (اردو) قاضی عابد علی بلہوری (مارچ ۱۹۸۳ء)

۱۲-ایکتا کا پیامی (ہندی) سید سلیمان ندوی مترجمہ انور علی مرادآبادی بی-اے اپریل ۱۹۸۳ء

۱۳-رحمت عالم (ہندی) سید سلیمان ندوی

۱۴-مہتوپورن سندیش (ہندی) از مولانا عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی

۱۵- اوشیک سوچ وچار از مولانا عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی مترجمہ حبیب اللہ اعظمی اپریل ۱۹۸۸ء

۱۶-مسائل عیدالاضحیٰ وقربانی (ہندی) محمد عبدالسمیع ندوی۱۹۷۶ء

۱۷-آج کا مسلمان ایک پرشن ؟ (ہندی) فروری۱۹۹۰ء

۱۸-واستوک سوتنز تا اسلام میں (ہندی)

۱۹-القرآن اینڈ سوشل ریفارم (انگریزی) پروفیسر محمد سمیع صدیقی ۱۹۸۱ء

۱۹۹۶ء تا ۲۰۱۱ء کے دوران شائع شدہ کتب

بعہد محمد عبدالرشید ندوی (جنرل سکریٹری)

۱-نماز کیا ہے؟ (اردو) مولانا سید محمد عبدالسمیع ندوی

۲-نماز کیا ہے؟ (ہندی) مولانا سید محمد عبدالسمیع ندوی ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر اختر نظامی۲۰۰۲ء

۳-اکھل وشو کی مانو جاتیوں کو جنتنا منتن (ہندی)

از مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی مترجمہ کریم الدین۱۹۸۴ء

۴-حضرت محمد ﷺ ہندوستانی دھرم گرنتھوں میں (ہندی)

از ڈاکٹر سید محمد عبدالعزیز جون ۲۰۰۵ء

۵-یازدہ سورہ مع چہل احادیث (ہندی) محمد عبدالرشید ندوی) نومبر۲۰۰۸ء

۶- جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کانپور، تعارف وخدمات اپریل ۲۰۱۲ء

نوٹ: ان نئی کتابوں کے علاوہ پرانی کتابوں کے نئے ایڈیشن بھی حسب ضرورت شائع ہوتے رہتے ہیں، ان میں مسلم کا کفن دفن (اردو، ہندی) اسلامی عقیدے (اردو، ہندی) مسائل عیدالفطر (ہندی، اردو) مسائل قربانی (اردو، ہندی) مستقل شائع ہوتے رہتے ہیں اور نقشہ افطار وسحور مع مسائل روزہ ہر سال پابندی سے شائع ہوتا ہے۔

حضرت حاجی مولوی سر رحیم بخشؒ

وفات ۲۹ رمحرم الحرام ۱۳۵۴ھ ہجری مطابق ۴ رمئی ۱۹۳۵ء

تبلیغ اور قوم کا نا قابل تلافی نقصان

جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر کے صدر محترم کی رحلت

یہ سالانہ رپورٹ قریب اشاعت تھی کہ ایک مصیبت عظمیٰ کی خبر پہونچی، جمعیۃ ہذا کے صدر محترم جن کے سایہ عاطفت میں اس جمعیۃ نے روز قیام سے آج تک پرورش پائی، حضرت حاجی مولوی سر رحیم بخش کے-سی-آئی-ای- ایم- ایل-سی، رئیس ٹھسکہ میران جی ضلع کرنال، پنشنر پریذیڈنٹ کونسل ریاست بھاول پور ۲۹ رمحرم الحرام ۱۳۵۴ھ ہجری (۴ رمئی ۱۹۳۵ء) کو صرف ۱۹ رگھنٹے کی علالت کے بعد اس دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم سلف صالحین کی ایک زندہ یادگار تھے، دنیوی اعتبار سے چھوٹی حیثیت سے ترقی پاتے ہوئے اعلیٰ مناصب پر پہونچے۔ دولت، حکومت، شہرت اور ہر دلعزیزی عمر بھر ان کے قدموں میں لوٹتی رہی، مگر وہ خدمت ملک وملت اور خداپرستی کے راستوں کو طے کرتے رہے۔ ہر سال ہزاروں روپئے ادارات اسلامیہ اور افراد کی امداد میں صرف کرتے تھے، معمولات وعبادات کے اسقدر پابند تھے کہ سفر اور حضر میں کبھی ان کی شب بیداری اور اوراد وظائف میں فرق نہ آتا تھا، گذشتہ چالیس پچاس سال کے عرصے میں مسلمانوں کی کوئی مفید تحریک نہ تھی جس میں انہوں نے معقول مالی امداد نہ دی ہو، جس دن سے جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام قائم ہوئی، وہ اس کے صدر تھے اور ہزار ہا روپے سے تبلیغ کی امداد فرمائی۔ ایک ایسی برگزیدہ ہستی کا اٹھ جانا ملت اسلامیہ کے لئے ایک نا قابل تلافی نقصان ہے، سب مسلمانوں سے استدعا ہے کہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ (محمد عبدالحی عفاعنہ)

ناظم جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ (۲۸)

یہ وہی حضرت حاجی مولوی سر رحیم بخش صاحب مرحوم ہیں جنھوں نے نواب بیگم آف بھاول پور سے ہندوستان کے شہرہ آفاق ادارہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی موجودہ مرکزی عظیم الشان عمارت کی تعمیر کے لئے پچاس ہزار روپیہ کی گرانقدر رقم دلوائی تھی، اور مزید کا وعدہ بھی تھا، لیکن ندوہ کے بعض حاسدوں نے بیگم صاحبہ کے کان میں یہ بھر دیا کہ ندوہ میں غیر دینی تعلیم ہوتی ہے، اس لئے انھوں نے مزید رقم نہیں دی، اور ندوہ کی بلڈنگ ادھوری رہ گئی۔ مرکزی گنبد، اور پیچھے کی غلام گردش، اور چاروں برجیاں نہیں بن سکیں، بعد میں مختلف اوقات میں چاروں برجیاں تو بن گئیں، لیکن مرکزی گنبد اور پیچھے کی غلام گردشوں کی تکمیل ہنوز تشنہ تکمیل ہے، چونکہ نواب بیگم آف بھاول پور کا تعلق بنوعباس سے ہے اس لئے ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے دارالعلوم کی مرکزی عمارت کے ہال کو ''عباسیہ ہال'' سے موسوم کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا شروانی رقم طراز ہیں:

> ''بیگم صاحب کی طرف سے مزید رقم کا وعدہ بھی تھا لیکن جیسا کہ مولوی رحیم بخش نے بھاول پور میں ان سے خود کہا کہ بعض معاصرین نے بیگم صاحب کو یہ خبر پہنچا کر پریشان کر دیا کہ ندوہ دارالعلوم میں (نعوذ باللہ) الحاد و لامذہبی کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس میں روپیہ دینا معصیت ہے۔ اس خبر سے مضطرب ہو کر انہوں نے سر مولوی رحیم بخش پریسیڈنٹ کونسل ریاست (جن کے توسط سے رقم مذکورہ ملی تھی) کو بلا کر کہا کہ ''سائیں جی روپیہ کس کو دلوادیا''۔
>
> مولوی صاحب نے رفع الزام کی کوشش کی تاہم شوق امداد سرد ہو گیا، مزید رقم نہ ملی۔'' (۲۹)

(۲۸) سالانہ رپورٹ وخلاصہ حسابات آمد وخرچ ۱۹۳۴ء جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ، آگرہ)

۲۹) عہد جدید کا معلم اول-شبلی صفحہ ۱۱۴

میر سید غلام بھیک نیرنگ رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۲۶ر ستمبر ۱۸۷۶ء (۷ر رمضان ۱۲۹۳ھ) وفات ۱۶را کتوبر ۱۹۵۲ء

میر صاحب ۲۶ر ستمبر ۱۸۷۶ء کو موضع دورانہ ضلع انبالہ میں پیدا ہوئے، والد کا نام سید قاسم علی ترمذی رضوی تھا۔ پیدائش کے وقت آپ کا نام ''غلام محی الدین'' رکھا گیا لیکن بعد میں ٹھسکہ (Thaska) کے صوفی ''میران بھیک'' کے نام پر ''غلام بھیک'' نام رکھا گیا، نیرنگ آپ کا تخلص تھا۔ آپ کے اسلاف میں سید عبدالکریم رضوی ۸۰۰ھ میں ''ترمذ'' (ایران) سے دورانہ (Doorana) میں آ کر مقیم ہوئے، میر صاحب کے والد سید قاسم علی ایک گاؤں کے مالک تھے، لیکن ان کو خاندان کی ایک بڑی وسیع وعریض جائداد بھی ملی تھی، ان کا انتقال ۱۸۸۸ء میں ہوگیا، بچپن ہی سے آپ بڑے ذہین اور محنتی تھے، ۱۸۹۵ء میں انٹرنس کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ٹاپ کیا تھا، جب ہی ان کو گولڈ میڈل ملا ہوگا۔ بی اے بھی بڑے امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور ۱۸۹۹ء میں وکالت کا امتحان پاس کر کے انبالہ میں وکالت شروع کردی۔ آپ کا شمار بڑے ہوشیار، ذہین اور قابل وکلاء میں ہوتا تھا۔

۱۹۲۳ء میں جب ''شدھی'' تحریک شروع ہوئی تو اس کے مقابلہ کے لئے یکم جولائی ۱۹۲۳ء کو بہ مشورہ وامداد بعض اکابر ملت مثل حاجی مولوی سر رحیم بخش مرحوم، مولانا عبدالماجد بدایونی، نواب عبدالوہاب خاں مرحوم اور مولانا سید محمد عبدالحیؒ صاحب ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' انبالہ میں قائم کی۔ ۱۹۴۷ء تک وہ اس کے معتمد عمومی (جنرل سکریٹری) رہے نیرنگ صاحب نے ہندوستان کے طول وعرض میں تبلیغی ودعوتی اسفار کئے، گاندھی جی کے نومسلم صاحبزادے کی صدارت میں ایک عظیم تبلیغی کانفرنس کانپور میں منعقد کی، متحدہ ہندوستان کی پارلیمنٹ کے ممبر رہے، وقف ایکٹ، خلع ایکٹ، قاضی بل اور سنی وقف بورڈ، دہلی کے بائی لاز کی ترتیب وتسوید میں شریک رہے، تقسیم ہند کے بعد آپ نے جھنگ میں سکونت اختیار کی لیکن ۱۹۴۹ء میں اپنے داماد ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب کے انتقال کے بعد اپنی صاحب زادی اور ان کے

بچوں کی دیکھ ریکھ کی غرض سے لاہور منتقل ہوگئے۔ پاکستان کی ''مجلس دستور ساز'' کے ممبر رہے، بڑے مبلغ، قانوں داں، ادیب وشاعر تھے، نیرنگ تخلص تھا، علامہ اقبال کے کالج کے ساتھی تھے، اور دونوں میں بڑی بے تکلفی تھی۔ ۱۶را کتوبر ۱۹۵۲ء مطابق ۲۶ر محرم الحرام ۱۳۷۲ء کو لاہور ہی میں انتقال ہوا، اور میانوالی قبرستان میں آسودہ خواب ہوئے۔

میں نے رابطہ ادب اسلامی، لکھنؤ کے کسی شمارہ میں پڑھا ہے کہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنی کتاب ''سفر افغانستان'' میں نیرنگ صاحب کو ''شیخ التبلیغ'' لکھا ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ صاحب نے صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خان شروانی پر جو کتاب مولانا شمس تبریز صاحب قاسمی سے لکھوائی ہے اس میں جا بجا (صفحات: ۱۴۲-۲۳۰-۲۶۰-۲۶۱-۳۶۹-۳۷۸-۳۷۹-۴۱۲-۴۲۱-۴۲۲) میر غلام بھیک نیرنگ صاحبؒ کا نام اور تذکرہ آیا ہے۔

اس کے علاوہ ''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند'' مطبوعہ لاہور، کتاب ''خفتگانِ خاکِ لاہور''، ''ناموران پاکستان'' اور ''اکابر تحریک پاکستان'' میں بھی آپ کا تذکرہ آیا ہے، ہوسکتا ہے تلاش کرنے پر پاکستان کی اور کتابوں میں بھی آپ کا تذکرہ مل جائے۔

انٹرنیٹ میں Nairang Foundation blog پر اور سید غلام بھیک نیرنگ کے ذیل میں Wikipedia Article بھی کافی معلومات موجود ہیں، اس کے علاوہ ایک ویب سائٹ http://urduadab4u.blogspot.com/2011/08/iqbal-kay-baaz-halat-article-oniqbal.html میں اردو ادب کے تحت ''اقبال کے بعض حالات''، بقلم سید غلام بھیک نیرنگ بھی موجود ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ سید غلام بھیک نیرنگؒ کے سانحہ ارتحال پر معارف ماہ نومبر ۱۹۵۲ء کے شذرات میں یوں رقمطراز ہیں:

''افسوس ہے کہ گذشتہ مہینہ ایک پرانی یادگار شخصیت میر غلام بھیک نیرنگ کا ستتر (۷۷) سال کی عمر میں انتقال ہوگیا، ان کا ابتدائی تعارف شاعری کے ذریعہ ہوا تھا، اور

ایک زمانہ میں اقبال کے ساتھ ان کا نام بھی لیا جاتا تھا، اور شکوہ وجوابِ شکوہ کی اشاعت کے زمانے میں نیرنگ کی بعض نظمیں بھی شائع ہوئی تھیں جو اس زمانے میں بہت مقبول ہوئی تھیں مگر وہ بہت جلد یہ کوچہ چھوڑ کر ملک وملت کی خدمت میں مصروف ہو گئے ۱۹۲۴ء میں شدھی اور سنگھٹن کے ہنگامے کے زمانے میں اس کے مقابلہ کے لئے انجمن تبلیغ الاسلام قائم کی تھی، جس کا اس زمانے میں بڑا شہرہ تھا، مگر ادھر عرصہ سے عزلت نشین ہو گئے تھے اور ان کا نام بہت کم سننے میں آتا تھا۔ اور پاکستان کے قیام کے بعد تو ان کی یاد بھی دلوں سے فراموش ہو چلی تھی، کہ پاکستان کے اخبارات سے ان کی وفات کی اطلاع ملی، اللہ تعالی ملک وملت کے اس دیرینہ خادم کو اپنی رحمت ومغفرت سے سرفراز فرمائے‘‘۔(۳۰)

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کانپور نے جون ۱۹۷۰ء میں نیرنگ صاحب کی تین بند پر مشتمل ایک نظم کتابچہ کی شکل میں ’’نوائے نیرنگ‘‘ کے نام سے شائع کی ہے اس میں دادا مرحوم مولانا سید محمد عبدالحیؒ صاحب نے نیرنگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف یوں کرایا ہے:

’’میر سید غلام بھیک نیرنگ (مرحوم) متحدہ ہندوستان کی مشہور معروف شخصیت تھے، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے رفیقِ درس علی گڑھ یونیورسٹی کے قانون کا امتحان پاس کر کے پنجاب ہائیکورٹ میں وکالت شروع کی، دینی وملی کاموں میں حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۲۳ء کی تحریک ’’شدھی‘‘ کا بھی مقابلہ کیا۔ ۱۹۴۷ء تک جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کے معتمد عمومی رہے، ملک کے طول وعرض میں تبلیغی دورے کئے، ہندوستان کے دور دراز گوشوں کے پس ماندہ مسلمانوں تک پہونچے، ان میں تعلیم وتبلیغ کی جدوجہد کی۔ گاندھی جی کے صاحبزادے جن کو جمعیۃ کے مبلغین نے دائرۂ اسلام میں داخل کیا، ان کی صدارت میں ایک عظیم تبلیغی کانفرنس کانپور میں منعقد کی، متحدہ ہندوستان کی پارلیمنٹ

(۳۰) معارف شمارہ نمبر۵ جلد۷۰

کے بھی ممبر رہے، وقف ایکٹ، خلع ایکٹ، قاضی بل کی ترتیب وتسوید میں اپنی قانونی صلاحیتیں صرف کیں، سنی مجلس اوقاف صوبہ دہلی کے بائی لاز کی ترتیب میں بھی شریک رہے۔ ۱۹۵۲ء میں انتقال ہوا۔ موصوف شعر وشاعری کا بھی ستھرا ذوق رکھتے تھے، شیخ عبدالقادر مرحوم کے رسالہ ’’مخزن‘‘ میں اکثر وبیشتر آپ کا کلام شائع ہوتا رہتا تھا۔ زیر نظر نظم ’’نوائے نیرنگ‘‘ تین بند پر مشتمل مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلہ میں کہی تھی، اس یادگار نظم کو ہم صاحبِ ذوق حضرات کی خدمت میں موصوف کے لئے ایصال ثواب کی درخواست کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ‘‘۔(۳۱)

محمد عبدالحی عفی عنہ

سید غلام بھیک نیرنگ کے بارے میں کتاب ’’خفتگانِ خاکِ لاہور‘‘ میں تحریر ہے:

’’شمشاد حیدر کے مرقد سے جانب شمال تین میٹر کے فاصلے پر مشرقی پنجاب کے نامور سیاست داں، مرکزی اسمبلی کے رکن، اور جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ کے روحِ رواں، سید غلام بھیک نیرنگ محوِ خوابِ ابدی ہیں۔ مرحوم شاعر بھی تھے، اور انہیں داغ دہلوی سے تلمذ تھا، کلام ’’غبارِ افق‘‘ کے نام سے چھپ چکا ہے۔ ان کے لوحِ مزار پر یہ عبارت مرقوم ہے:

۷۸۶

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لايريدون ، علوّاً فى الأرض ولافساداً والعاقبة للمتقين

مرقد الحاج سید غلام بھیک نیرنگ عفا اللہ عنہ

(خلف سید قاسم علی ترمذی رضوی غفرلہ، ساکن دورانہ ضلع انبالہ)

وکیل انبالہ، ناظم عمومی جمعیۃ مرکزی تبلیغ الاسلام، انبالہ شہر، وممبر مرکزی

(۳۱) نوائے نیرنگ صفحہ۲

اسمبلی ہندوستان وممبر مجلس دستور ساز پاکستان۔

تاریخ وفات: ۱۶/اکتوبر ۱۹۵۲ء مطابق ۲۶/محرم الحرام ۱۳۷۲ھ

مادہ تاریخ وفات: میر غلام بھیک نیرنگ پارسا (۱۹۵۲ء)

﴿یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی﴾(۳۲)

سید غلام بھیک نیرنگ کے بارے میں کتاب ''ناموران پاکستان'' میں یوں تحریر ہے:

غلام بھیک نیرنگ امبالوی ''میر''

سیاست داں، قانوں داں، مبلغ، ادیب، شاعر، تلمیذ داغ دہلوی، تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن (گولڈ میڈل ۸۸ء) علامہ اقبال کے دوست، ملی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے، رکن متحدہ ہندوستان لیجسلیٹو اسمبلی (۴۷-۱۹۳۶ء) رکن دستور ساز اسمبلی پاکستان (۵۲-۱۹۴۷ء)

شعری کتب: کلام نیرنگ---(مرتبہ معین الدین عقیل) غبار افق

ولدیت: سید قاسم علی ترمذی، رضوی، ولادت: ۲۶/ستمبر ۱۸۷۶ء

موضع دورانہ ضلع انبالہ

وفات: ۱۶/اکتوبر ۱۹۵۲ء لاہور تدفین: میانی صاحب لاہور

ماخذ: اکابر تحریک پاکستان (۳۳)

☆☆☆☆☆

(۳۲) خفتگان خاک لاہور، پروفیسر محمد اسلم صفحہ ۱۹ مطبوعہ تحقیقات اسلامیہ دانشگاہ پنجاب لاہو طبع اول مارچ ۱۹۹۳ء

(۳۳) ''ناموران پاکستان''، صفحہ ۵۸۰، از ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، اردو سائنس بورڈ، لاہور طبع اول ۲۰۰۶ء

ایک ضروری وضاحتی نوٹ

مولانا شمس تبریز صاحب قاسمی صاحب کی کتاب ''صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خان شروانی'' مطبوعہ ''مجلس تحقیقات ونشریات اسلام'' لکھنؤ کے حاشیہ صفحہ ۲۶۰-۲۶۱ میں نیرنگ صاحبؒ کی تاریخ وفات ۱۹۲۵ء لکھی ہے، جو درست نہیں ہے۔ صحیح تاریخ وفات ۱۹۵۲ء ہے۔(۳۴)

''خفتگانِ خاکِ لاہور'' میں پروفیسر محمد اسلم صاحب، نے اور ''ناموران پاکستان'' میں ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ صاحب نے نیرنگ صاحب کے مجموعہ کلام کا نام ''غبارِ افق'' لکھا ہے جبکہ ''غبار افق'' نیرنگ صاحب کی ایک نثری کتاب کا نام ہے، جس میں شدھی وسنگھٹن کے اغراض ومقاصد بیان کئے گئے ہیں اور ہندوستان میں تحریک ارتداد کی مجمل تاریخ بیان کی گئی ہے جو ۲۶۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۴ء میں چھپا ہے جو میرے پاس موجود ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دونوں حضرات نے کہیں سے کتاب کا نام سنا اور وہ یہ سمجھے کہ یہ ان کا مجموعہ کلام ہوگا۔

بقول سید علی صاحب کراچی (نواسہ نیرنگ صاحب مرحوم) ''نیرنگ صاحب کے شعری مجموعہ ''کلامِ نیرنگ'' کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۷ء میں، دوسرا ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا تھا، دونوں پر سر عبدالقادر کا مقدمہ تھا، ۱۹۸۳ء میں تیسرا ایڈیشن ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب کی ترتیب وتعارف کے ساتھ ''مکتبہ اسلوب'' کراچی سے شائع ہوا تھا۔

اور ایک مختصر شعری مجموعہ ''انتخاب کلام'' غلام بھیک نیرنگ کے نام سے ڈاکٹر معین الدین صاحب کا ترتیب دیا ہوا آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے ۳/اگست ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا ہے۔ جو ۶۵/صفحات پر مشتمل ہے اور قیمت ۱۳۵/روپئے ہے''۔

پروفیسر محمد اسلم صاحب نے ''ناموران پاکستان'' میں نیرنگ صاحب کو ''تلمیذ داغ'' لکھا ہے، لیکن بقول سید علی صاحب (نواسہ نیرنگ صاحب مرحوم) کراچی یہ بات درست

(۳۴) صدر یار جنگ ص ۲۶۰-۲۶۱

نہیں ہے۔وہ داغ دہلوی کے شاگرد نہیں تھے۔

اسی طرح کہ ''نوائے نیرنگ'' میں ''تعارف'' کے تحت مولانا سید محمد عبدالحی صاحب مرحوم نے تحریر کیا ہے کہ وہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق درس تھے اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی تھی، یہ دونوں باتیں بھی درست نہیں ہیں کیونکہ نیٹ پر غلام بھیک نیرنگ صاحب کی خودنوشت ایک چھوٹی سی کتاب ''اقبال کے بعض حالات'' کے نام سے (۲۶ صفحات) اردو میں موجود ہے، جو اصلاً ''مجلّہ اقبال'' لاہور میں ماہ اکتوبر ۱۹۵۷ء میں ایک مضمون کی حیثیت سے شائع ہوا تھا، اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نیرنگ صاحب مرحوم نے بی اے کی تعلیم ''گورنمنٹ کالج لاہور'' کے ہاسٹل میں مقیم رہ کر حاصل کی، اسی وقت علامہ اقبال بھی اسی کالج کے ہاسٹل میں مقیم تھے اور ایم اے کر رہے تھے، دونوں کی تعلیم آگے بھی جاری رہی لیکن دونوں کے بالترتیب بی اے اور ایم کرنے کے بعد کالج کا ہاسٹل چھوڑ دیا، لیکن دونوں کے تعلقات بدستور قائم رہے، بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔

''اقبال نامہ'' میں نیرنگ صاحبؒ کے نام خطوط ہیں۔(۳۵)

بقول نیرنگ صاحب ''مکاتیب اقبال'' میں ان کے نام علامہ اقبال کے متعدد خطوط ہیں۔(۳۶)

اب معلوم نہیں کہ ''اقبال نامہ'' اور ''مکاتیب اقبال'' ایک ہی کتاب کا نام ہے یا دونوں الگ الگ کتابیں ہیں؟

نیرنگ صاحبؒ کے کچھ خطوط میرے پاس محفوظ ہیں، جو میرے دادا مولانا سید محمد عبدالحیؒ صاحب کے نام ہیں۔اس کے علاوہ دو خطبۂ صدارت مطبوعہ میرے پاس ہیں، ایک ''تبلیغ کانفرنس'' ضلع ہردوئی میں ۲۸؍مئی ۱۹۲۷ء کو اور دوسرا ''اشاعت اسلام کانفرنس'' میسور میں پڑھا گیا۔

اگر کوئی نیرنگ صاحب اور ان کی تبلیغی خدمات پر ریسرچ کا کام کرنا چاہے تو

اس کو ان خطوط سے بہت مدد مل سکتی ہے، بطور نمونہ یہاں ایک خط نقل کیا جاتا ہے:

خط نقل کرنے سے پہلے یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ تبلیغ ودعوت کے اس حلقہ میں کنور عبدالوہاب خاں صاحب کو ''کنور صاحب'' کہا جاتا تھا، سید غلام بھیک نیرنگ ''میر صاحب'' کہلاتے تھے، مولانا سید محمد عبدالحی صاحب کو ''سید صاحب'' کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا۔

کنور صاحب اور سید صاحب اپنے اپنے علاقے کے زمیندار اور بڑے کاشتکار تھے، میر صاحب پنجاب ہائی کورٹ میں قانون کی پریکٹس کرتے تھے، مالی اور اقتصادی اعتبار سے تینوں بزرگ خود کفیل تھے لیکن جب تبلیغ ودعوت کے کام میں لگے تو سب کچھ بھول گئے، کنور صاحب اور سید صاحب اپنی اپنی زمینداری اور کاشت کی طرف سے بے توجہ ہو گئے جس کی وجہ سے نقصان اٹھایا، اور میر صاحب نے پریکٹس چھوڑ دی جس کی وجہ سے وہ خاصے مقروض ہو گئے، تینوں بزرگوں کو جلد ہی تنبہ ہوا، اور سید صاحب نے اس صورت حال پر دو خط میر صاحب کو لکھے، میر صاحب نے شملہ سے ۶ جون ۱۹۲۷ء کو مفصل جواب تحریر کیا جو ذیل میں درج ہے۔

(۳۵) اقبال کے بعض حالات صفحہ ۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۱

(۳۶) اقبال کے بعض حالات صفحہ ۳ تا ۷

میر صاحب کا تاریخی مکتوب سید صاحب کے نام

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج شریف! مجھ کو سخت افسوس ہے کہ آپ کے دو نہایت ضروری خطوں کا جواب آج دیر کر کے لکھ رہا ہوں، آپ نے اخباروں میں دیکھا ہوگا کہ میرے نواسے کا انتقال ۲۱ مئی کو ہوا، اس حادثے کی وجہ سے پریشانیاں پیش آئیں ضرورتاً چھ دن کرنال میں رہا، وہاں سے واپس ہوتے ہی یہاں چلا آیا، اہل وعیال کو ساتھ لے آیا ہوں چار ماہ تک اہل وعیال کو یہیں رکھوں گا، خود حسب ضرورت نیچے بھی جاتا رہوں گا، اول آپ کے نجی خط کا جواب دیتا ہوں، میرے شملہ چلے آنے کی وجہ سے تبلیغ کے کام کا کچھ نہ کچھ حرج ہوگا کیوں کہ دفتر انبالہ میں ہے اور میں یہاں ہوں، وہاں سے ڈاک یہاں آیا کرے گی، سوچتا ہوں کہ اس کا علاج کیا جائے، تا حال کچھ سمجھ میں نہیں آیا، دفتر اور عملے کو یہاں لاؤں تو زائد خرچ پڑتا ہے، بہرحال سوچ کر ہی طریقہ نکالوں گا۔

مجھ کو بارہا خیال آچکا ہے کہ دو چار تبلیغی کارکنوں کی معاش کا حیدرآباد سے مستقل وظیفہ ہونا چاہئے، اس قسم کا ایک تذکرہ دوبار ڈاکٹر کچلو صاحب اور نواب صدر یار جنگ سے چلایا تھا انھوں نے لکھا کہ خود ریاست کا کچھ کرنا تو ممکن نہیں کوئی درخواست آئے تو اس کی تائید کرنے کے لئے آمادہ ہوں، گویا ہمارے ارباب دولت کو یہ خیال خود بخود آ ہی نہیں سکتا کہ قومی کام بھی کوئی کام ہے، اس کے لئے قابل، جفاکش، دیانت دار لوگ دھن کے ساتھ مصروف محنت ہونا چاہئیں اور ایسے کارکنوں کی معاش کی سبیل ہونی چاہے، ان لوگوں سے وظائف ملتے بھی ہیں تو ان مولویوں اور پیروں کو جو صرف دعاء گوئی کے قابل ہیں اور کچھ کرتے دھرتے نہیں۔ میں نے اس مضمون پر بہت کچھ سر کھپایا مگر کوئی صحیح راستہ نہ سوجھا، درخواست بھیجی جائے تو بھی کچھ زیادہ توجہ کی امید نہیں۔

میں اس خیال سے بارہا نہایت تکلیف محسوس کرتا ہو کہ تبلیغ کے کام میں اپنا وقت صرف کرنا چاہتا ہوں مگر معاش کی ضرورتیں وکالت کے کام کی طرف کشاں کشاں لے جاتی

ہیں، نتیجہ یہ کہ دونوں کام ادھورے رہتے ہیں، نہ اسمیں برکت نہ اس میں برکت۔

۱۹۲۴ء میں کام بند ہوا تھا، یہ پہلے سوچ لیا تھا کہ قرض لے کر گزارا کروں گا اور سال بھر میں نظام تبلیغ اور سرمایہ تبلیغ کے لئے اس قدر کام کرلوں گا کہ ۱۹۲۵ء سے پھر وکالت شروع کر سکوں گا، اس وقت قرض اتار دوں گا مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

(الف) میں نے نیا کام لینا بند رکھا، اس سے تقریباً آٹھ ہزار روپئے کا نقصان اٹھایا۔

(ب) تین چار ہزار روپیہ تین مختلف شخصوں سے قرض لیا اس میں سے دو شخصوں کو آخر ماہ مئی ۱۹۲۶ء تک بیباق کر چکا ہوں، تیسرے شخص کے نوسو روپئے ابھی باقی ہیں، گویا ڈھائی ہزار ادا کر چکا۔

(ج) جس عرصہ تک کام بند رکھا تبلیغ کو پورا وقت اس واسطے نہ دے سکا کہ پہلے سے مقدمات لے چکا تھا اور جن کی فیس واپس کر کے بے تعلق ہو جانے کے لئے روپیہ موجود نہ تھا، ان کے واسطے کام کرنا پڑا۔

میں نے اشتہار دینا مناسب نہ سمجھا کہ میں بڑا صاحب ایثار ہوں، میں نے تبلیغ کے واسطے وکالت چھوڑ دی ہے مگر پبلک کو اس حد تک معلوم ہوا، اس پر اس بات کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا بلکہ تعجب نہیں کہ بدگمانی ہی پیدا ہوئی ہو کہ وکالت چھوڑی ہے تو تبلیغ سے کسب معاش کرتا ہوگا۔

(ھ) نتائج بالا کو دیکھتے ہوئے آخر کار یکم جنوری ۱۹۲۵ء سے پھر وکالت شروع کر دی اس وقت سے اب تک یہ حالت ہے کہ نصف وقت وکالت میں اور نصف تبلیغ وغیرہ قومی کاموں میں صرف کرتا ہوں مگر وکالت کا کام اکھڑ چکا ہے اور اچھی طرح جم نہیں سکتا جب تک پہلے کی طرح وقت نہ دوں، پورا وقت دے نہیں سکتا کیونکہ تبلیغ کو میری طبیعت نہیں چھوڑتی۔

ان باتوں پر غور کر کے میں اس نتیجے پر پہونچا کہ ریاستوں سے اور ارباب دولت سے امید رکھنا تو فضول ہے (اگرچہ کوشش کرنے کا مخالف نہیں ہوں) بہتر یہی ہے کہ اپنے ہی وقوت بازو سے کچھ کیا جائے۔

ایک مرتبہ ہائی اسکول کے لئے میں نے یہی کیا تھا، لوگ چندہ دیتے ہوئے بہت پہلو تہی کرتے تھے، در بدر اور دوکان بدوکان پھر کر بڑی ذلت کے ساتھ کچھ جمع ہوتا تھا،

آخر میں عزم کیا کہ میں اپنی آمدنی سے فی روپیہ ایک آنہ مسلم ہائی اسکول کے واسطے نکالا کرونگا اور چندہ جمع کرنیکے واسطے میں نہیں جاؤنگا، کیونکہ جس قدر اس ذلت سے جمع ہوتا ہے اس زیادہ میں اس طور سے کرلونگا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس سے کئی سال تک مسلم ہائی اسکول کو امداد پہنچی اور اس وقت بند ہوئی جب میں نے تبلیغ کی وجہ سے کام بند کیا، اب بھی میں یہی کہتا ہوں کہ کم از کم اپنا اور ایک تبلیغی کارکن کا خرچ میں خود کما سکتا ہوں پھر کیوں پبلک چندہ پر یا کسی ریاست کی مشکوک فیاضی پر آپ کا یا اپنا دارومدار رکھا جائے، میں چاہتا ہوں کہ آپ مرکزی دفتر میں آکر کام سنبھالیں، حسب ضرورت باہر بھی جائیں جب آپ ایسا کریں گے تو مجھ کو وکالت کے واسطے کچھ زیادہ وقت مل جائے گا، گویا آپ کی امداد کی وجہ سے میں کچھ زیادہ کما سکوں گا اور جب میری اس زائد آمدنی کا باعث آپ ہونگے تو آپکا حق ہوگا کہ میں آپکی کچھ خدمت کروں، لہٰذا میں خود اپنے پاس سے آپ کی خدمت کرونگا، خلاصہ یہ ہے کہ آپ میرا کام کریں میں آپکی خدمت کروں۔

بندہ سید غلام بھیک نیرنگ

مولانا نے اس تجویز کے بارے میں کیا جواب دیا کچھ کہا نہیں جا سکتا اس لئے کہ انبالہ میں جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کا سارا ریکارڈ ۱۹۴۷ء میں ہند پاک کی تقسیم کے وقت شرپسندوں نے نذر آتش کردیا تھا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مخلص علماء وزعماء اور خادمان ملت جن کو دینی کاموں کی لگن ہوتی ہے وہ کس طرح کام کرتے ہیں اور کام کے دوران ان کے کیا کیا احساسات ہوتے ہیں۔ مشکلات اور رکاوٹوں پر وہ کس طرح قابو پاتے ہیں اور ملت کا ان کے ساتھ کیا رویہ ہوتا ہے یہ مکتوب ایک عمومی جائزہ ہے جو سید غلام بھیک نیرنگ، مولانا سید محمد عبدالحی یا کنور عبدالوہاب خاں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ان سے پہلے کے افراد بھی ان ہی حالات سے گزرے ہیں۔ اور آج بھی ملی کام کرنے والے افراد ان ہی حالات سے گزر رہے ہیں۔

سید غلام بھیک نیرنگؒ کے بھائی کا خط مولانا سید محمد عبدالحی صاحبؒ کے نام

از طرف خان بہادر سید صدیق حسن رضوی Q.B.E برٹش کونسل قندھار (ریٹائرڈ)
مقیم جھنگ ماگھیانہ، مغربی پنجاب
حال وارد "کرتار لاج" ساگر روڈ
صدر بازار، چھاؤنی، لاہور
۱۱/اپریل ۵۹ء

مکرم ومحترم جناب سید محمد عبدالحی صاحب دامت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض ہے کہ میں کل کے خط میں یہ لکھنا بھول گیا کہ عزیزہ اقبال بانو بھی یہاں لاہور ہی مقیم ہے، اور میں بھی بغرض علاج یہاں کچھ عرصے کے لئے آیا ہوا ہوں۔ اور برخوردار کیپٹن توفیق حسن (پتہ بالا) اور برخوردار محمد نذیر رضوی سپیشل مجسٹریٹ سب یہاں لاہور میں ہیں۔ جھنگ میں صرف عم زاد باقر حسین اکیلا ہے، سب سے بڑھ کر یہ کہ مرحوم بھائی سید غلام بھیک نیرنگ کی قبر یہاں ہے، لہٰذا آپ کی تشریف آوری لاہور ہی میں ضروری اور مناسب ہوگی، باقی بوقت ملاقات انشاء اللہ تعالیٰ۔ عزیزہ کو آپ کا خط دکھا دیا ہے۔ 29 -A Queen's Road (۲۹۔اے۔کوئن روڈ) عزیزہ کا بنگلہ ہے۔ میانی صاحب قبرستان سے قریب جہاں مرحوم بھائی کا مزار ہے۔

والسلام
احقر صدیق حسین رضوی
۱۱/۴/۱۹۵۹ء

نمونۂ کلام جناب سید غلام بھیک نیرنگ رحمۃ اللہ علیہ

مدتوں سے گو تنزل پر ہے اپنا احتشام — اس کے یہ معنی نہیں، اب ہم نہ لیں جینے کا نام
بات مت سننا کبھی پیغمبرانِ یاس کی — ہمتیں ان کی شکستہ ہیں، خیال ان کا ہے خام
وہ سمجھتے ہیں مرض ہے پیش خیمہ موت کا — انحطاط قوم ہے گویا، دلیل انعدام
لغو ہے یہ قول، دنیا میں ہے ہر دکھ کی دوا — زخم ہے وہ کون سا جس کو نہیں ہے التیام
یہ تو یاروں نے ہمارے اک بنا رکھی ہے بات — ہے ہمارے حوصلوں کا توڑنا ان کا مرام
زہر اخلاقی ہے ان اقوال میں اس سے بچو — تم ہوئے بددل تو ہوگا درہم وبرہم نظام
در ہیں اصلاح وترقی کے قیامت تک کھلے — اور پھر ہم پر کہ ہم ہیں امت خیر الانام
اس سے نسبت ہے ہمیں جس پر نبوت ختم ہے — متصل ہے صبح محشر سے ہمارے دن کی شام
حق تو وہ شیٔ ہے کہ ہرگز ہو نہیں سکتا فنا — ہم ہیں اہل حق، بھلا ہم کو کیا مٹنے سے کام؟
مسلک حق ہے وہی، توحید جس کا نام ہے — حشر تک توحید کو حاصل ہے عالم میں قیام
ہم ہیں زندہ میں ہوں زندہ جب تلک قائم ہے حق — میں ہوں حق پر اور دوام حق ہے خود میرا دوام
تیغ زن اسلام کا پسپا کبھی ہوتا نہیں — جنگ کا انجام کچھ ہو، اسکو ہے لڑنے سے کام
وہ جہاں ڈٹتا ہے پھر پیچھے نہیں ہٹتا کبھی — کھینچ کر شمشیر صولت توڑ دیتا ہے نیام
زندگی بھی رزم کا میدان ہے انساں کیلئے — اس میں بھی تیغ عمل سے لے اسی جرأت سے کام
سعی اور امید کا دامن نہ چھوٹے ہاتھ سے — خواہ کچھ ہو کاہلی لکھی نہ جائے تیرے نام
تیرا ذمہ سعی تک کا ہے، نتائج کا نہیں — فرض ہی تیرا ہے اتنا، کام سے رکھا اپنے کام
لیس للانسان الا ماسعی، برہان ماست — شیوۂ عزم وتوکل داخل ایمان ماست (۳۷)

(۳۷) ماخوذ از ''نوائے نیرنگ'' صفحہ ۴-۶ مطبوعہ جون ۱۹۷۰ء

نواب کنور محمد عبدالوہاب خاں صاحب رئیس مڈراکؒ

نواب کنور محمد عبدالوہاب خاں صاحب رئیس مڈراک، جنرل سکریٹری (ناظم کلیات) جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ ۲۶ رفروری ۱۹۳۷ء کو ساڑھے پانچ بجے صبح دوڈھائی ماہ کی مسلسل علالت کے بعد اس دارفانی سے رحلت فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نواب صاحب مرحوم جمعیۃ ہذا کے کوئی رسمی جنرل سکریٹری نہیں تھے بلکہ وہ اس کے بانی اور روحِ رواں تھے، تاریخِ قیام جمعیۃ سے زندگی کے آخری لمحہ تک فریضۂ تبلیغ واشاعتِ اسلام سے غافل نہیں رہے، زمانہ ارتداد میں مرحوم کی ان تھک جدوجہد اور غیر معمولی سرگرمیاں جو درحقیقت ان کے ان امراض کا سبب بنیں جو بالآخر ان کی موت کا باعث ہوئے، اور اسکے بعد صوبجات متحدہ کے اندر ان کی تبلیغی خدمات، یہ ان کی زندگی کا ایسا حصہ ہے جو ہندوستان کی تبلیغی تاریخ میں ایک نمایاں اور زریں ورق کی مانند ہمیشہ یادگار رہے گا، جمعیۃ ہذا کے جنرل سکریٹری (ناظم کلیات) کی حیثیت سے مرحوم نے جس قابلیت، دینی جوش اور دیانتداری کے ساتھ اپنے فرائض تبلیغ کو انجام دیا، اور اہم ترین امور میں رہنمائی فرمائی ان کو سامنے رکھتے ہوئے یہ حادثہ جانکاہ نہ صرف جمعیۃ ہذا کے لئے بلکہ جمیع دینی اداروں اور خصوصاً تبلیغی جماعتوں کے لئے ایک ایسا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی اس قحط الرجال میں کسی طرح ممکن نہیں۔

موت نے جمعیۃ ہذا کو ایک ایسے بہترین فرد سے محروم کردیا جو بیک وقت جمعیۃ کا بانی بھی تھا اور سرپرست بھی، فیاض معاون بھی تھا اور مالی مددگار بھی، ذمہ دار عہدیدار بھی تھا اور مخلص وسرگرم کارکن بھی، بہترین مشیر بھی تھا اور سچا رہنما بھی۔ اللہ تعالیٰ نواب صاحب مرحوم کی روح کو جنت الفردوس عطا فرمائے، کل مسلمانوں سے استدعا ہے کہ وہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ (محمد عبدالحی عفاعنہ) (۳۸)

(۳۸) سالانہ رپورٹ وخلاصہ حسابات آمد وخرچ ۱۹۳۵ء و۱۹۳۶ء جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ، آگرہ مطبوعہ ۱۹۳۷ء

امام العلماء زعیم الملۃ حضرت مولانا شاہ عبدالماجد عثمانی قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

جمعیۃ ہذا کے حامی، اس کی شاخ صوبہ متحدہ کے صدر اور درحقیقت موجودہ تحریک تبلیغ کے بانی تھے، گذشتہ بیس سال سے آپ نے اپنی جاذب شخصیت، اپنے ذاتی وخاندانی اثر، اپنی علمی قابلیت، اپنی لاجواب خطابت، اپنے تمام وقت اور تمام جسمانی ودماغی طاقت کو ملت اسلام کی خدمات کے لئے وقف کردیا تھا، خود دائم المرض تھے، گھر میں اکثر علالت رہتی تھی، خانگی وخاندانی معاملات بار بار الجھ جاتے تھے، مگر ان کو صرف خدمت اسلام کی دھن تھی، اور دنیا ومافیہا کی کچھ پرواہ نہ تھی، آخرکار جس طرح ایک سپاہی میدان جنگ میں بہادری سے لڑتا ہوا جان دیتا ہے، آپ نے بھی اسی طرح بحالت خدمتِ ملت گھر سے دور، اہل وعیال سے دور، لکھنؤ میں جان کو جاناں کے سپرد کرکے اس شعر کا مصداق بن گئے:

دست از طلب ندارم تا کام من برآید　　　یا تن رسد بجاناں یا جان زتن برآید

اس نادرالوجود ہستی کے اٹھ جانے سے راقم الحروف کی کمر ٹوٹ گئی، اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس عطا فرماوے، اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ (آمین)

سیدغلام بھیک نیرنگ (۳۹)

حضرت الحاج مولانا حافظ شاہ نثار احمد کانپوری مفتی آگرہ ونائب صدر جمعیۃ ہذا

مولانا کے فضائل علمی شہرۂ آفاق ہیں، آپ کی تقریر قرآن کریم کی بے مثال تفسیر ہوتی تھی، اور آپ ہمیشہ قرآن ہی کے مضامین ایک مستانہ وبیخودانہ انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے، دس گیارہ برس تک ہر حج کا سفر کرتے رہے، اور آخرکار حج ۱۳۴۹ھ کے بعد خاک پاک حجاز نے آپ کو قیامت تک کے لئے اپنے آغوش میں لے لیا۔ مولانا کی وفات سے جمعیۃ ہذا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو اپنے مقامات قرب میں بلند فرمائے۔ (آمین)

سیدغلام بھیک نیرنگ (۴۱)

مولانا سید محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ

سابق معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام

ولادت ۱۸۹۵ء مطابق ۱۳۱۴ھ وفات ۸/جولائی ۱۹۷۰ء مطابق جمادی الاولی ۱۳۹۱ھ

ولادت وتعلیم:

والد کا نام سید لیاقت حسینؒ ہے ۱۸۹۵ء مطابق ۱۳۱۴ھ پیدا ہوئے، تاریخی نام منظور حسن نکالا گیا۔ سادات جعفری عریضی خاندان سے تعلق تھا، جو ۶۲۱ء میں مدینہ منورہ کے نواحی قصبہ ''عریض'' سے بعہد سلطان شمس الدین التمش ''فتحپور'' ہندوستان منتقل ہوا، پھر سکندر شاہ لودی کے عہد میں فتحپور سے منتقل ہوکر قصبہ کوڑہ کے محلّہ میاں ٹولہ میں سکونت پذیر ہوا، ابتدائی تعلیم کوڑہ ہی میں حاصل کی، عربی تعلیم کیلئے مولانا سید شاہ وارث حسنؒ کی خدمت میں لکھنؤ (ٹیلہ شاہ پیر محمد) حاضر ہوئے، یہاں سے فارغ ہوکر کرائسٹ چرچ کالج کانپور میں داخلہ لیا، اور وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

فوجی ملازمت:

جنگ عظیم شروع ہوچکی تھی، خلافت تحریک کا بھی آغاز ہوگیا تھا، ملٹری کے سپلائی ڈپارٹمنٹ میں ملازمت کے لئے درخواست گزاری جو منظور ہوگئی ۱۹۱۲ء میں میسوپٹامیہ عراق کے لئے بحری جہاز کے ذریعہ روانگی ہوگئی، سال میں ایک دو بار کانپور اور کوڑہ آتے رہتے تھے، بصرہ سے بمبئی پانی کے جہاز کے ذریعہ آتے جاتے مولانا شوکت علی اور محمد علی رحمہم اللہ سے تعلقات ہوگئے تھے، تحریک خلافت کے مالی تعاون کے لئے فوجی کیمپ میں مسلمان ملازمین کو جمع کرکے تحریک کرتے، لوگ ماہ بماہ مشاہروں کی تقسیم پر اپنے اپنے حصے کی رقوم لا کر مولانا کے پاس جمع کرادیتے اور مولانا کیمپ ہی کے پوسٹ آفس سے ہماشما کے نام سے یہ رقوم مولانا شوکت علی کے ذاتی نام پر ذریعہ برٹش پوسٹل آرڈر روانہ کردیتے جس کی وجہ سے

فوج کے ہر مسلمان عہدے دار سے تعلقات ہوگئے تھے، اور سب ہی مولانا کا اکرام واحترام کرتے تھے، اپنے مفوضہ کارہائے منصبی میں مستعد رہتے، سپلائی کا اسٹاک بیلنس ہمیشہ صحیح رکھتے، آفیسران ان سے خوش، مطمئن اور ان پر پورا بھروسہ کرتے تھے۔

مولانا کو ایک ایسے مستعد آدمی کی ضرورت تھی جس کے پاس خلافت کمیٹی کیلئے وصول شدہ رقوم رکھی جاسکیں اور اسی کے نام سے بمبئی روانہ کی جاسکیں تاکہ وہ خود فوجی قانون کی زد میں نہ آسکیں، چنانچہ مولانا نے اپنے آفیسر سے پرائیویٹ ملازم رکھنے کی اجازت حاصل کی، کوڑہ آئے اور یہاں سے کریم بخش حجام کو اپنے ساتھ عراق لے گئے جنھوں نے مولانا کی خدمت کے ساتھ اپنے ہنر سے بھی فائدہ اٹھایا۔

تقریبا سات سال سپلائی کے انچارج کی حیثیت سے میسوپٹامیہ کے فوجی کیمپ میں گذارے اور اب اس فوجی ملازمت سے علیحدگی کے اسباب پیدا ہونے لگے۔

ملازمت سے علیحدگی کے اسباب:

پہلی بات تو یہ ہوئی کہ کریم بخش کو کوڑہ کی یاد ستانے لگی، اس کا تذکرہ انھوں نے مولانا سے کیا، مولانا کے سمجھانے بجھانے پر انھوں نے کوڑہ جانے کے لئے رونا شروع کردیا بالآخر وہ مجبور ہوئے اور ان کو وہاں سے رخصت کیا۔

کریم بخش کے نہ رہنے سے مولانا کی اس خدمت میں خلاء پیدا ہوگیا تاہم مجلس خلافت کی معاونت بدستور جاری رہی، دوسرا سبب یہ پیدا ہوا کہ میرٹھ کے رہنے والے کیمپ کے مسلمان پوسٹ ماسٹر نے ایک دن مولانا کو ضروری بات کرنے کے لئے بلایا، مولانا گئے تو انھوں نے بتایا کہ فوج کے اعلیٰ سطحی آفیسروں نے رات پوسٹ آفس پر اچانک چھاپا ڈالا، تلاشی لی، ریکارڈ کی دیکھ بھال کی کچھ نہ ملا تو مایوس ہوکر چلے گئے، آپ کے پاس اگر پوسٹل آرٹیکل رسیدات وغیرہ موجود ہوں تو آپ ان کو ضائع کردیں۔

مولانا اپنے کیمپ میں آئے اور چن چن کر تمام کاغذات سوخت کردیئے، آگے کیا

ہوا یہ مولانا کی زبانی سنئے:

''میں رات کو اپنے کیمپ کے سامنے چارپائی پر سورہا تھا تقریباً ۱۲ بجے رات کو فوج کے اعلیٰ آفیسران کا میرے کیمپ پر چھاپا پڑا، یہ تلاشی دو گھنٹے تک جاری رہی لیکن کوئی چیز ان کے ہاتھ نہ لگ سکی مایوس ہو کر چلے گئے''

صبح کو میں نے پوسٹ ماسٹر صاحب سے واقعہ بتایا تو انھوں نے مجھ کو مشورہ دیا کہ آپ نظر میں آگئے ہیں اس لئے جس قدر جلد ممکن ہو سکے استعفیٰ منظور کرا کر فوجی ملازمت سے نکل جایئے، ورنہ خدانخواستہ کسی دن کوئی ثبوت ان کے ہاتھ لگ گیا تو ضابطہ کے مطابق کورٹ مارشل ہی ہوگا، چنانچہ مولانا استعفیٰ دے کر بمبئی آئے، مولانا شوکت علیؒ سے ملے ان کو صورت حال بتائی اور کوڑہ واپس آگئے۔

صوبائی مجلس خلافت سے اعزازی وابستگی:

مجلس خلافت کا صوبائی دفتر علی گڑھ میں تھا، نواب تصدق حسین خان شیروانی اس کے جنرل سکریٹری تھے، مولانا شوکت علی رحمہ اللہ کے کسی مکتوب کی بنا پر انھوں نے مولانا کو علی گڑھ آنے کیلئے خط لکھا جس پر مولانا علی گڑھ گئے، نواب صاحب نے صوبہ کی تمام خلافت کمیٹیوں کیلئے آنریری انسپکٹر کا عہدہ پیش کیا جس کو مولانا نے قبول کرلیا، یہ واقعہ ۱۹۲۱ء کا ہے۔

ممتاز علماء وزعماء سے تعلق:

عملی طور پر خلافت تحریک اور صوبائی مجلس خلافت سے منسلک ہو جانے کے بعد ہندوستان کے ممتاز علماء وزعماء سے مولانا کے تعلقات قائم ہوئے جو آزادی کی تحریک میں بھی پیش پیش تھے، جن کی سیاسی بصیرت اور عملی قیادت پر ملک وملت کو اعتماد تھا۔ مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا عبد الماجد بدایونی، حضرت مولانا مدنی مولانا شبیر احمد عثمانی مولانا محمد فاخر الہٰ بادی وغیرہ وغیرہ کے نام لئے جاسکتے ہیں، اسی طرح صوبہ یوپی کے تمام اضلاع کے اسفار کے دوران ہر مقام کے کارکن اور مخلص افراد ان کی

نگاہ میں آگئے جنھوں نے ''تبلیغ وتنظیم'' کے دور میں مولانا کی رفاقت کی ان میں کنور عبد الوہاب خاں، کنور الطاف علی خاں، مولوی سید محمد ٹونکی، حافظ محمد عثمان علی گڑھ، قاضی منظور علی شمس آباد، مولوی وحید اللہ احراری غازی پور، مولانا ابو البیان صاحب شمس آباد وغیرہ وغیرہ جیسے انتھک جد وجہد کرنے والے افراد کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

تحریک خلافت کے سلسلہ میں مولانا کا دائرہ کار مجلس خلافت کی ہدایات تک ہی محدود نہ تھا، وہ اور ان کے ایک قریبی عزیز مولانا سید محمد ہاشم جمل اللیلؒ اپنے طور پر بھی مجلس خلافت کے کاز کو تقویت پہونچانے کے لئے مختلف مقامات کے دورے، جلسے اور تقریریں کرتے رہتے تھے جس کا سلسلہ کوڑہ ہی سے شروع ہوا تھا۔

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کا قیام:

مولانا مجلس خلافت کے کاموں میں مشغول تھے کہ جنوری ۱۹۲۳ء میں اخبارات ''شدھی تحریک'' کی سرگرمیوں اور مسلمانوں کے ارتداد کی خبریں آنا شروع ہوئیں، شدھی تحریک کا ہیڈ کوارٹر آگرہ میں تھا، اور ان کا نشانہ آگرہ، متھرا، بھرت پور، فرخ آباد، ایٹہ وغیرہ تھا، مولانا سید محمد عبد الحی صاحب، کنور عبد الوہاب خاں صاحب، مولانا عبد الماجد بدایونی متاثرہ علاقوں میں پہنچے، اور پہلے ''مجلس نمایندگان'' پھر ''جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ'' کی بنیاد ڈالی جو آگے چل کر ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ'' کا صوبائی ہیڈ آفس بنا، اور مولانا اس کے ''معتمد تبلیغ'' بنائے گئے۔ تفصیل پچھلے اوراق میں گذر چکی ہے۔

ہندوستان سے ہجرت کا ارادہ:

کچھ عرصہ سے سید صاحب ہندوستان سے مکہ مکرمہ ہجرت کا ارادہ کر رہے تھے لیکن حالات نامساعد تھے تبلیغی اور دعوتی مصروفیات بھی حائل تھیں، راقم سطور کی والدہ کے انتقال کے بعد دادا مرحوم مولوی سید لیاقت حسین نے مرحومہ کی زمینداری کا حصہ رسدی راقم سطور اور والد گرامی کے نام داخل خارج کرادیا تھا۔

سو بیگھ آراضی کا ایک فارم والد صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس تھا جس پر وہ ملازمین کے ذریعہ کاشت کراتے تھے۔مولانا نے ہجرت کے ارادہ کے پیش نظر پہلے تو راقم سطور سے موضع پتاری وقف علی الاولاد کرایا، پھر مذکورہ فارم بھی انھوں نے ختم کیا اور اب اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا شفیع الدینؒ بجنوری (مقیم مکہ مکرمہ) کو اپنے عزم ہجرت کی اطلاع دے کر اجازت چاہی، لیکن حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے مولانا کو ہجرت سے روک دیا اور یہ تحریر فرمایا کہ ''دعوت وتبلیغ'' کا جو کام آپ ہندوستان میں کررہے ہیں یہ کام حضرات علماء میں سے کوئی بھی نہیں کررہا ہے، آپ کے چلے آنے سے دین کا یہ کام بند ہوجائے گا اس لئے آپ وہیں رہ کر اپنے کام میں مشغول رہیں ہجرت کا ارادہ نہ کریں۔''

کوڑہ سے کانپور:

ایک تو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی ہجرت سے ممانعت، دوسرے تبلیغ کے کاز کو زیادہ سے زیادہ قوی اور بااثر بنانے کی نیت کے سوا اور بھی کچھ وجوہ تھے جن کی بنا پر مولانا کوڑہ سے کانپور منتقل ہوگئے۔اور جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ کا دفتر بھی کانپور منتقل کرایا، صوبائی جمعیۃ کی سرگرمیوں کا سلسلہ اب کانپور سے شروع ہوگیا۔

مدینہ منورہ کا دارالایتام والصنائع الوطنیہ:

یہ وہ زمانہ تھا کہ حجاز مقدس کے اکثر عرب خانوادے معاشی حیثیت سے پسماندہ تھے، تیل کی یہ دولت جو آج نظر آرہی ہے اس وقت دریافت نہیں ہوئی تھی، بالعموم عرب اپنے متعارف حاجیوں کے پاس ہندستان آیا کرتے اور حجاج کرام ہی نہیں دوسرے اصحاب خیر بھی ان کی معاونت کرتے تھے اسکے علاوہ حاجیوں کے قافلے حج کے ارادہ سے بمبئی یا کراچی کے لئے روانہ ہونے لگتے تھے تو ہندوستان کے اصحاب خیر حرمین شریفین کے غرباء میں تقسیم کے لئے رقمیں دیتے رہتے تھے۔

انہی حالات کے پیش نظر بمبئی کے ایک بڑے تاجر عبدالغنی دادا بھائی نے مدینہ منورہ

کے یتامی کی دینی تعلیم اور صنعت وحرفت سکھانے کی غرض سے ''دارالایتام والصنائع الوطنیۃ'' نامی ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی تھی، جس کا معائنہ میر صاحب اور سید صاحب نے بھی کیا۔

متعدد ملاقاتوں کے دوران یہ طے پایا کہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی طرح دارالایتام کا بھی کوئی وکیل اور خازن ہندوستان میں ہو جو لٹریچر وغیرہ کے ذریعہ ہندوستان میں اس ادارہ کا تعارف کرائے۔چنانچہ تعارف کے سلسلہ میں لٹریچر وغیرہ کی اشاعت کا کام سید صاحب کے سپرد ہوا، اور خازن کے لئے خود عبدالغنی دادا بھائی کا تجارتی دفتر بمبئی میں تجویز کیا گیا، اس ضمن میں سید صاحب نے کچھ لٹریچر شائع بھی کیا، لیکن مالی نامساعدت کی وجہ سے یہ کام زیادہ نہ چل سکا۔

سید صاحب کی تبلیغی جدوجہد پچھلے اوراق میں گذر چکی ہیں، مزید تفصیلی حالات کیلئے دیکھئے والد صاحب مولانا سید محمد عبدالسمیع ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''قصبہ کوڑا، تاریخ وشخصیات'' جو تقریباً ۸۰ صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں۔آپ کا انتقال ۸؍جولائی ۱۹۷۱ء بروز جمعرات ہوا، نماز جنازہ خانقاہ شریف دادا میاں کی مسجد کے احاطے میں پڑھی گئی اور کانپور کی عیدگاہ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے جلسہ انتظامیہ میں مرحوم کے لئے درج ذیل تجویز منظور ہوئی اور دعاء مغفرت کی گئی۔

تعزیتی تجویز جلسہ ''ندوۃ العلماء'' لکھنؤ

محمد عبد الحی صاحب:

شدھی سنگھٹن اور اچھوتوں میں تبدیل مذہب کی تحریکیں ہمارے ذہنوں میں غالبا محفوظ ہوں گی۔چند اشخاص تھے جو ایک طرف شدھی سنگھٹن تحریک کا مقابلہ کرتے تھے تو دوسری طرف صوبہ سی، پی، حال مدھیہ پردیش کے اچھوتوں میں دین کی تبلیغ ودعوت کے لئے سرگرداں نظر آتے تھے، ان ہی میں ایک مولانا سید محمد عبدالحی صاحب مرحوم بھی تھے۔

کوڑہ جہان آباد ضلع فتحپور کے رہنے والے، حضرت مولانا سید شاہ وارث حسن رحمۃ اللہ علیہ

سے تربیت یافتہ اور حضرت مولانا شفیع الدین مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز تعلیم تھے۔

سابق ناظم ندوۃ العلماء جناب ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں فکروذوق کی ہم آہنگی نے ربط پیدا کیا۔ ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۱۷رنو مسلم اچھوت طلباء اور مسلمانوں کے پسماندہ طبقات کے چار طالب علم دینی تعلیم کیلئے داخل کئے۔ ۱۹۴۷ کے خونین انقلاب نے موصوف کو رفقاء سے سے محروم کیا اور حکومت نے ان کی سرگرمیوں پر پابندیاں بھی لگائیں جس کی وجہ سے ان کی دعوتی مساعی محدود ہوگئیں، ادھر عرصہ سے قلبی امراض میں مبتلا رہنے لگے تھے، افسوس کہ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۷۱ء یوم پنجشنبہ کو بوقت صبح صادق بدرستی ہوش وحواس، ذکروفکر کی حالت میں راہی ملک بقا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت ومغفرت سے نوازے اور جنت الفردوس میں جگہ دے"۔

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کانپور–تعارف وخدمات

مولانا سید محمد عبدالسمیع ندوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام

نام وخاندان:

محمد عبدالسمیع نام اور تاریخ پیدائش ۲۱؍دسمبر ۱۹۲۰ء، والد کا نام سید محمد عبدالحی ہے، والد اور والدہ دونوں کی طرف سے نسب سیدنا حسین بن سیدنا علی مرتضیٰؓ پر ختم ہوتا ہے۔

تاریخی نام فروغ احمد تھا جس سے ۱۳۳۹ھ کا سال برآمد ہوتا ہے۔ وہ اپنا یہ تاریخی نام، طالب علمی کے زمانے میں، مضامین اور خطوط میں استعمال کرتے تھے، سال وفات ۱۹۹۵ء ہے، جو اس جملے سے برآمد ہوتا ہے "ہوا چراغ ندوہ، گل ہوا، جلیل" اور ہجری سال وفات "فروغ احمد عابد" سے نکلتا ہے، عیسوی اعتبار سے ۷۵ سال اور ہجری اعتبار سے ۷۷ سال ۷ ماہ کی عمر پائی۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم مدرسہ دارالارشاد، قصبہ "کوڑا"، ضلع فتح پور (ہسوہ) میں حاصل کی، ۱۹۳۰ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے اور ۱۹۳۹ء میں یہاں سے فارغ ہوکر اسی سال مزید تعلیم کے دارالعلوم دیوبند چلے گئے، وہاں ۱۹۴۴ء تک تعلیم حاصل کی، دارالعلوم دیوبند کے "دارالحدیث" میں انگریزوں کے خلاف تقریر کی، پولیس نے گرفتار کرنا چاہا تو دیوبند سے چل دیئے اور مختلف شہر ہوتے ہوئے کانپور پہنچے ۱۹۴۴ء تک سی آئی ڈی آفس میں فائل کھلی رہی، پھر فائنل رپورٹ لگا کر بند کردی گئی۔

کلکتہ میں طبابت:

کلکتہ کے مشہور طبیب حکیم سمیع اللہ میکش انصاری جب سابق مشرقی پاکستان منتقل ہونے لگے تو انہوں نے اپنی موجودگی میں والد صاحب کو اپنے "دیسی دواخانہ" (واقع بولائی دت اسٹریٹ، کلکتہ) کا ذمہ دار بنایا، اور مالکانہ حقوق اپنے داماد حکیم محمد عبدالوحید کو دیدیئے، حکیم صاحب شاعر بھی تھے، میکش تخلص تھا، "جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام" کے مبلغ بھی رہ چکے

تھے، والد صاحب تقریبا دوسال (۱۹۵۴ء تا ۱۹۵۵ء) اس مطب میں طبابت کرتے رہے، لیکن کلکتہ کی آب وہوا راس نہیں آئی اس لئے کلکتہ کو خیر باد کہہ کر کانپور واپس آ گئے، والد صاحب کے کلکتہ کا یہ دوسال قیام اور وہاں کے لوگوں سے شناسائی بعد میں ندوہ کے لئے مالیات کی فراہمی میں بڑی کارآمد ثابت ہوئی۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں تقرری:

اکتوبر ۱۹۵۶ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے مکتبہ ''الجمعیۃ التعاونیۃ'' میں بحیثیت منیجر تقرر ہوا، ندوہ میں ملازمت سے پہلے اس میدان میں وہ کئی سال لگا چکے تھے، اور ''ہندوستانی کتاب گھر'' کانپور اور ''شبلی بکڈ پو'' نظیر آباد، لکھنؤ میں کام کر کے اس کا عملی تجربہ بھی حاصل کر چکے تھے، اس وقت تک ندوہ کے اس مکتبہ کا کام بڑا محدود تھا، اس لئے چند گھنٹے دار العلوم میں عربی تعلیم دینے کے لئے بھی لگا دیئے گئے۔

شعبہ تعمیر وترقی کا قیام اور اس اکی خدمات:

یکم اگست ۱۹۵۸ء میں ''شعبہ تعمیر وترقی'' کا قیام عمل میں آیا، مولانا معین اللہ صاحب ندویؒ کو اس کا ناظر اور والد صاحب کو ان کا معاون مقرر کیا گیا، اس زمانہ میں ندوہ کی آمدنی بڑی محدود تھی، اس لئے شعبہ کے قیام کا اصل مقصد مالیات کی فراہمی، عمومی رابطہ وتعارف، اور تعمیری وترقیاتی وسائل کی فراہمی اور تعمیری کاموں کی نگرانی کرنا تھا، آگے چل کر مکتبہ کو بھی ''مکتبہ دار العلوم'' کے نام سے شعبہ کے زیر انتظام کر دیا گیا، پھر بعد میں اس کا نام ''المکتبۃ الندویۃ'' رکھ دیا گیا، اور عربی درسیات کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اردو درسیات کی اشاعت از سرنو شروع ہوئی۔ شعبہ نے ''عربی پریس'' بھی لگایا جس میں ندوہ کے عربی ترجمان ماہنامہ ''البعث الإسلامی'' اور پندرہ روزہ ''الرائد'' کمپوز ہو کر شائع ہونے لگے، پھر نومبر ۱۹۶۳ء میں عمومی رابطہ کے لئے ایک اردو پندرہ روزہ ''تعمیر حیات'' بھی شعبہ کے زیر نگرانی جاری کیا گیا، یہ تینوں پرچے ندوہ سے الحمد للہ آج بھی نکل رہے ہیں اور کافی مقبول ہیں۔

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، کانپور کی خدمات:

۱۹۷۱ء میں دادا مولانا سید محمد عبد الحی صاحب کے انتقال کے بعد جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، کانپور کے اعزازی جنرل سکریٹری (معتمد عمومی) مقرر ہوئے۔ ندوہ کی ملازمت چونکہ معاش کا ذریعہ تھی اس لئے اسے چھوڑ نہیں سکتے تھے، البتہ جمعیۃ کے کاموں کے سلسلہ میں تقریباً ہر جمعرات کو کانپور جاتے، سنیچر کو واپس آتے، اور وہاں موجود اپنے صاحبزادوں یا متعلقین کو جمعیۃ کے کاموں کے بارے میں ہدایات دیتے۔

دعوتی وتبلیغی خدمات:

دعوتی وتبلیغی خدمات وہ بیک وقت دونوں اداروں (ندوہ اور جمعیۃ) کی طرف سے اور ذاتی طور پر بھی انجام دیتے تھے، ان کے نام آمدہ خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف مسلم غیر مسلم لوگ خط کے ذریعے ان سے رابطہ رکھتے تھے اور اسلام پر ہندی لٹریچر اور ہندی ترجمہ قرآن کا مطالبہ کرتے رہتے تھے، وہ ان کی رہنمائی بھی کرتے اور حسب ضرورت ان کو کتابیں بھی مہیا کرتے اور ہندی ترجمہ قرآن بھی ارسال کرتے، ان ہی خطوط میں ایک رجسٹری کے اکنالجمنٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شیو سینا کے چیف ''بال ٹھاکرے'' کو ۱۹ جنوری ۱۹۷۳ء کو ایک خط بعض دعوتی اور تبلیغی کتابوں کے ساتھ روانہ کیا تھا، یہی نہیں بلکہ دسیوں افراد ان کے ذریعہ مسلمان بھی ہوئے، خود والد صاحب کے ہاتھ پر بھی دو غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا، ان میں سے ایک بینک کا ملازم تھا اور دوسرا تاجر تھا، متعدد نو مسلم افراد کی مالی واخلاقی سرپرستی بھی کی، اس کے علاوہ دعوت وتبلیغ سے متعلق مختلف اداروں اور مدرسوں سے ان کا مسلسل رابطہ تھا، پیش آمدہ مسائل میں وہ والد صاحب سے مشورہ بھی طلب کرتے، والد صاحب ان کو جواب دیتے اور ان کا ہر طرح سے تعاون کرتے۔

تالیفات:

۱- ترجمہ قرآن (پارہ عم) مطبوعہ دہلی۔

۲- عالم برزخ (ابن قیم الجوزی کی کتاب الروح کے چند ابواب کا خلاصہ) مطبوعہ دار

الحسنات سہوا ان بدایوں۔

۳-قصبہ کوڑہ تاریخ وشخصیات، مطبوعہ اردو کتابت سنٹر ندوی منزل لکھنؤ۔

۴-بابری مسجد غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں، مطبوعہ جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، کانپور۔

۵-دعاء خلیل ونوید مسیحا (سیرت) غیر مطبوعہ۔

۶-نزول قرآن (ترجمہ) علامہ شیخ سعدی یاسین (غیر مطبوعہ)۔

۷-ترجمہ کتاب ''اسباب النزول'' مولفہ علامہ واحدی نیشاپوری (سورہ بقرہ) غیر مطبوعہ۔

۹-ترجمہ کتاب ''سیر سالاری'' (فارسی مخطوطہ) مولفہ شیخ علاء الدین متوفی ۹۷۴ھ (چند ابواب) غیر مطبوعہ (یہ کتاب ہمارے خاندان کے ایک بزرگ ''مخدوم قطب الدین سالار بڈھ'' متوفی ۹۴۶ھ کے احوال وکوائف پر مشتمل ہے۔)

۱۰-ندوہ میں طالب علمی کے زمانہ میں ایک قلمی ماہنامہ ''نقاش'' کے نام سے نکالتے تھے اس کا ایک شمارہ ''جمعیۃ الاصلاح'' میں میں نے دیکھا تھا۔

۱۱-سیکڑوں اداریئے، کتابوں پر تبصرے اور مضامین تعمیر حیات، محکمات، البدر وغیرہ میں شائع ہوئے۔

ماہنامہ ''محکمات'' لکھنؤ:

۱۹۷۴ء میں والد صاحب نے جمعیۃ کی طرف سے دعوتی وتبلیغی مقاصد کے پیش نظر ماہنامہ ''محکمات'' کا اجراء کرایا، پانچ چھ ماہ یہ رسالہ کانپور سے شائع ہوتا رہا، اور میں اس کو چھپوانے اور اس کی پوسٹنگ کرنے لکھنؤ سے کانپور جاتا رہا، اس طرح مصارف بھی زیادہ ہوتے اور پریشانی بھی ہوتی اس لئے والد صاحب نے اس کا ڈکلریشن لکھنؤ سے کرالیا، یہ رسالہ ان کی وفات تک نکلتا رہا، پھر مالیات کی عدم فراہمی کی وجہ سے بند ہوگیا۔

والد صاحب شعر وادب کا ستھرا اور اعلی ذوق بھی رکھتے تھے، کچھ عرصہ ادبی مضامین بھی لکھے ہیں اور شاعری بھی کی ہے، اپنے تاریخی نام فروغ احمد کے پہلے جزء فروغ کو بطور تخلص استعمال کرتے تھے۔

جناب حکیم شمس الحسن صاحبؒ بھوپال کے نام ایک خط کے بعض اقتباسات سے

آپ کو ان کے ادبی وشعری ذوق کا کچھ اندازہ ہوگا، اس میں ادب کی چاشنی بھی ہے، آخرت کی فکر بھی ہے اور اپنی کم مائیگی کا احساس بھی ہے انجام بخیر ہونے کی دعاء بھی ہے، تحریر کرتے ہیں:

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہوجائے

طالب علمی کے زمانہ میں یہ شعر بہت پڑھا کرتا تھا، یہ تو پوری غزل ہے ؏

اسیران قفس، نغمہ سرا ہونے کا وقت آیا
وہ موت آئی وہ ہستی سے رہا ہونے کا وقت آیا

خوب ہے؟ کس کا ہے یہ شعر؟ لیکن اس سے زیادہ پر اثر دوسرا شعر ہے ؏

لو مسیحا نے بھی ، اللہ نے بھی یاد کیا
آج بیمار کی ہچکی بھی، قضا بھی آئی

خوب ہے صاحب خوب، ماشاء اللہ آپ کو اشعار خوب یاد ہیں، بزرگان دین خوب خوب شعر پڑھتے اور لکھتے رہتے ہیں، اچھا صاحب بڑھاپے میں بھی لکھتے پڑھتے ہیں، مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ کے ترتیب دیئے ہوئے حضرت تھانویؒ کے ملفوظات آج کل پیش نظر ہیں، ایک صاحب سے مانگ کر لایا ہوں، دوپہر کے بعد سے مطالعہ کر رہا ہوں، جگرؒ صاحب مرادآبادی مرحوم حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا:

''آپ کا ایک شعر مجھے بہت پسند ہے، بار بار پڑھا کرتا ہوں، اگر میں کسی شاعر کو شعر پر انعام دیتا تو اس شعر پر آپ کو سب سے بڑا انعام دیتا، اب حضرت تھانویؒ نے جگر صاحبؒ کا شعر انہی کو سنایا:

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

اس کے بعد جگر صاحب نے حضرت تھانویؒ کو اپنے یہ تین شعر سنائے ؏

بے کیف مئے ناب ہے معلوم نہیں کیوں

پھیکی شب مہتاب ہے معلوم نہیں کیوں
ساقی نے جو دیا تھا بصد عرض تمنا
وہ جرعہ بھی زہر آب ہے معلوم نہیں کیوں
دل آج بھی سینے میں دھڑکتا تو ہے لیکن
کشتی سی تہہِ آب ہے معلوم نہیں کیوں

راقم الحروف فروغ تخلص کرتا تھا، میرے درجہ کے ایک ساتھی فوق تخلص کرتے تھے (ایک دن) ساڑھے تین بجے سہ پہر کو دونوں درجہ سے نکلے ایک شعر میری زبان سے نکلا، فوق صاحب نے اس کا جواب دیا اور پھر سبزہ پر بیٹھ گئے، طلبہ کا ہجوم ہوگیا مضامین کے اعتبار سے اشعار کا تبادلہ شروع ہوگیا، عصر کی نماز گئی تو گئی، مغرب کا وقت ہوگیا تب اٹھے، مگر اب کیا ہے...... ع

نہا دھو کر نئے کپڑے بدل کر چار کے کاندھے
بڑی دھوم سے نکلا ہے جنازہ تیرے دیوانے کا
پڑا ہے پھیر میں تسبیح کے اے زاہد ناداں
حساب ایک دن تجھے دینا پڑے گا دانے دانے کا

ثاقب صاحب مرحوم کانپوری آخر میں بہت معذور ہوگئے تھے، ان کے ہاتھوں میں رعشہ تھا جس کی وجہ سے کھانا بھی وہ خود نہیں کھا سکتے تھے، ان کے گھر والے نوالہ بنا کر ان کے منہ میں رکھتے تھے، ایک دن یہ منظر میں نے دیکھا تو کسی شاعر کا یہ شعر یاد آیا ع

ان ہاتھوں کے رعشہ کا بوقت پیری
مفہوم یہ ہے کہ زادِ سفر کچھ بھی نہیں

خواجہ عزیز الحسن مجذوب حضرت تھانویؒ کے دست گرفتہ تھے "انجمن بہار ادب" کا قیصر باغ بارہ دری میں مشاعرہ تھا، تشریف لائے، شعر ارشاد فرمایا ع

گھٹا اٹھی ہے تو بھی کھول زلف عنبریں ساقی
پیاسا کوئی رہ جائے نہ بالائے زمین ساقی

حاضرین جلسہ متوجہ ہوئے، خوب خوب داد ملی، مگر ذیل کے شعر نے مشاعرہ لوٹ لیا ع

زبردستی لگادی آج بوتل منہ سے ساقی نے
میں کہتا ہی رہا، ہاں ہاں، نہیں ساقی نہیں ساقی

سفید داڑھی، شیروانی پہنے، دوپلّی ٹوپی لگائے، لہجے میں قدرتی ارتعاش، اس پر یہ مصرعہ ع

میں کہتا ہی رہا، ہاں ہاں، نہیں ساقی

(پھر) مجلس برخاست ہوگئی۔

اسلامیہ کالج لال باغ میں کوئی فنکشن تھا ساتھ میں مشاعرہ بھی، طلبہ کے گروپ پہونچنے لگے، جگر صاحب تشریف لائے مطلع سنایا ع

شعر والہام تو کیا عرش بھی نازل ہوجائے
یہ دل جو ایک شئے ہے حقیقت میں اگر دل
ہوجائے

یہ شعر اس دور کا ہے جب وہ تائب نہیں ہوئے تھے، کیا حقیقت بیان کی ہے پورے تصوف کا خلاصہ ع

یہ دل جو ایک شئے ہے حقیقت میں اگر دل ہوجائے

کیا ٹھیک ہے صاحب؟ حضرات صوفیا پر ممکن ہے عرش بھی نازل ہوتا ہو، ہم جیسے بے بصروں اور بے خبروں کو کیا خبر۔

اخبارات میں خبر شائع ہوگئی کہ جگر صاحب کا انتقال ہوگیا غالباً ۱۹۳۸ء کی بات ہے دار العلوم (ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے طلبہ نے تعزیتی جلسہ کیا، ایک عدد تقریر راقم سطور کی بھی تھی، شروع کی ع

اٹھ گیا کیا جگر ذروبہ دل شعلہ بہ جاں
در و دیوار سے ماتم کی صدا آتی ہے

ان کے لئے یہاں قرآن خوانی ہوئی۔ رات ۸/۳۰ بجے آل انڈیا ریڈیو سے خبر ملی کہ جگر صاحب بقید حیات ہیں، جامعہ ملیہ دہلی میں مقیم ہیں۔

اچھا صاحب یہ تو سب ہوگیا، اب حال بتایئے، کس حال میں ہیں، طبیعت کچھ سنبھل گئی ہوگی، اللہ تعالی آپ کو تندرست رکھے، امن و عافیت سے رکھے۔

اللہ تعالی عافیت محمود، انجام محمود فرمائے، اللہ تعالی آپ کی مشکلات آسان فرمائے، اللہ تعالی آپ کے خلوص، آپ کی محبت، دین کے لئے آپ کی محنت و مشقت کا بھرپور صلہ دے۔

ایں دعاء ازمن واز جملہ جہاں آمین باد ع

دل آج بھی سینے میں دھڑکتا تو ہے لیکن
کشتی سی تہہِ آب ہے معلوم نہیں کیوں

یہ طول بیانی صرف اس لئے ہوگئی کہ آپ نے چھیڑ دیا ع

غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا

یادیں ہی یادیں، مگر ان کا حاصل کیا؟ وہاں کا دھڑکا چین نہیں لینے دیتا، ایک بے مایہ کو دعاؤں کا سہارا دیدیجئے گا"۔

والسلام مع الاکرام
محمد عبدالسمیع ندوی

والد صاحب اپنے معمولات کے پابند اور سحر خیز تھے، تہجد، تلاوت قرآن، اور اوراد وظائف پابندی سے پڑھتے تھے، قرآن کریم کے شروع میں لکھے ہوئے ان کے ایک نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں تین قرآن پاک ختم کرنے کا معمول تھا، اللہ تعالی نے ان کو ۱۹۸۸ء میں عمرہ اور زیارت مسجد نبوی ﷺ کی سعادت سے بھی بہرہ ور کیا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

آگے کے صفحات میں والد صاحب کا شجرہ ملاحظہ ہو۔

(۱) حضرت محمد مصطفی ﷺ

(۲) حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء زوجہ سیدنا حضرت علی مرتضیؓ

(۳) حضرت سیدنا امام حسینؓ (متوفی ۶۱ ھ) ☆ حضرت سیدنا امام حسنؓ

(۴) سیدنا علی الاصغر ☆ سیدنا علی اکبر ☆ سیدنا جعفر ☆ سیدنا عبداللہ ☆ سیدہ سکینہ ☆ سیدہ فاطمہ

(۵) سیدنا امام محمد باقر ☆ عبداللہ الباہر ☆ زید الشہید ☆ عمر الاشرف ☆ حسین الاصغر ☆ علی الاصغر

(۶) سیدنا امام جعفر الصادق ☆ سیدنا عبداللہ ☆ سیدنا ابراہیم ☆ عبیداللہ ☆ سیدنا رضی ☆ سیدنا علی

(۷) علی عریضی ابوالحسن (م ۲۱۰ ھ) ☆ اسمٰعیل ☆ امام موسی کاظم ☆ محمد دیباج ☆ سیدنا اسحاق

(۸) محمد عریضی ☆ احمد شعرانی ☆ حسن عریضی ☆ جعفر الاصغر

(۹) عیسی نقیب رومی ☆ یحی ☆ حسن ☆ جعفر ☆ موسی ☆ ابراہیم ☆ اسحاق ☆ علی (۵ بہنیں ہیں)

(۱۰) حسن محدث (ان کے ۲۹ بھائی اور پانچ بہنیں تھیں)

(۱۱) عیسی ثانی (۱۲) محمد نقی یا تقی (۱۳) محمد کاظم (۱۴) حمزہ (۱۵) جعفر

(۱۶) عبدالکریم (۱۷) رضی الدین (۱۸) سالار عماد الدین اول

(۱۹) سالار شہاب الدین اول (آمد ہندوستان ۶۲۰ ھ) (۲۰) شمس الدین (۲۱) نجم الدین

(۲۲) سالار عماد الدین دوم (۲۳) سالار شہاب الدین دوم (۲۴) سالار حسن (خواجگی)

(۲۵) سالار شہاب الدین ثالث عرف ہبۃ اللہ (۲۶) سالار رضی الدین (راجن فتحپوری)

(۲۷) سالار ہبۃ اللہ ثانی (ہبۃ الدین) (۲۸) مخدوم قطب الدین سالار بڈھ (۸۶۸-۹۴۶ ھ)

(۲۹) شاہ علاء الدین عرف شاہ حسین ☆ شاہ بہاء الدین (۴۰)

(۴۰) تفصیلات کے لئے دیکھئے کتاب صحاح الاخبار فی نسب السادۃ الفاطمیۃ الاخیار از السید الشریف عبداللہ محمد سراج الدین بن عبداللہ الرفاعی صفحہ ۳۰ تا ۵۳ مطبوعہ مطبع نخبۃ الاخبار بمبئی ۱۳۰۶ھ مزید دیکھئے غایۃ الاختصار فی اخبار البیوتات العلویۃ المحفوظۃ من الغبار از السید الشریف تاج الدین بن محمد بن حمزہ بن زہرہ الحسینی نقیب حلب ابن نقبائھا مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ ذکر اولاد امام زین العابدین۔ مزید دیکھئے الشجرۃ الزکیۃ فی انساب فی السیرۃ آل بیت النبوۃ، جمع وتالیف السید یوسف بن عبداللہ جمل اللیل مطبوعہ جل المعرفۃ، ریاض (سعودی عرب) صفحہ ۴۰۰ تا ۴۵۰ ولوحہ نمبر ۲۳
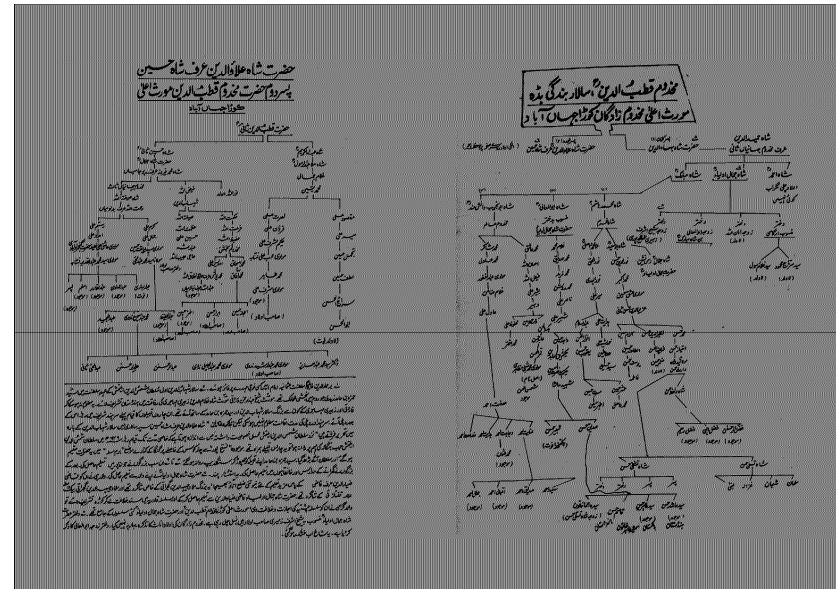
مولانا سید محمد عبدالسمیع ندویؒ

۱۔محمد عبدالعزیز	۲۔محمد عبدالرشید	۳۔محمد عبدالجلیل	۴۔محمد عبدالرحمٰن	۵۔محمد عبیدالرحمٰن	۶۔محمد عبدالحی ثانی عرفی
تسنیم فاطمہ صبا	راشدہ	عبدالسلام (عادل)	عبدالمنان طہ	ام ایمن	فروغ احمد عابد
عبدالعظیم	زاہدہ	ذکیہ خاتون (سناء)	عبادالرحمٰن ریحی	حبیب الرحمٰن	عائشہ غزالہ
عبدالرحیم احمر	سعید حسینی	عطیہ خاتون (حناء)	حمزہ محمود	ام ھانی	عبدالجبار (زاہد)
آمنہ خاتون	(زوجہ ثانیہ سے)	عبدالحنان (واصل)	صادقہ فرحین	ام کلثوم	خالد سیف اللہ
سعدیہ خاتون	۔	عبدالولی (عاقل)	۔	محبوب الرحمٰن	عبدالماجد
عبدالسمیع ثانی	۔	عبدالقوی (کامل)	۔	۔	عبدالباسط
۔	۔	۔	۔	۔	حیا فاطمہ
۔	۔	۔	۔	۔	محمد ساجد

جمعية مركزيه تبليغ الاسلام

ہر خیال اور ہر عقیدے کے مسلمانوں کا مرکز ہے، متفقہ اصول اسلام کی تبلیغ واشاعت اس کا بنیادی مقصد ہے، اور یوم تأسیس یعنی فروری ۱۹۲۳ء سے ایک خالص مذہبی وتبلیغی ادارہ کی حیثیت سے کام کررہی ہے، وقتی سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا، اور نہ اب ہے۔

جمعية كے مقاصد

۱۔مسلمانوں میں مذہبی تعلیم وسیع پیمانے پر پھیلانا اوران کی مذہبی واخلاقی اصلاح وترقی کا انتظام کرنا۔

۲۔جمیع برادرانِ وطن کو اسلامی تعلیمات سے آشنا کرنا۔

۳۔انسداد فتنہ ارتداد کی کوشش کرنا، اور جدید حلقہ بگوشان اسلام کی امداد اور تعلیم وتربیت کرنا۔

۴۔مسلم علاقوں میں مدارس ومکاتب قائم کرنا، اور پہلے سے قائم شدہ مکاتب ومدارس کی امداد کرنا۔

۵۔غیر مسلم متلاشیان حق کو اسلامی لٹریچر مفت فراہم کرنا۔

۶۔اسلامی لٹریچر کو ہندی، انگریزی، اُردو میں منتقل کرنا اور اس کی طباعت واشاعت کرنا۔اور ضرورتمندوں میں مفت تقسیم کرنا۔

۷۔بیوہ، یتیم اور مریض افراد کی مدد کرنا۔

''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' کی ساری جدوجہد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اہل خیر احباب کے تعاون سے جاری ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے فضل خاص سے نوازے۔

تمام اہل خیر حضرات سے اپیل ہے کہ جمعیۃ کی زیادہ سے زیادہ امداد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فی الوقت مندرجہ ذیل مدات میں اعانت کی ضرورت ہے:

الف۔اسلامی لٹریچر کی طباعت واشاعت کی مد میں۔

ب۔غیر مستطیع طلباء کے لئے تعلیمی وظائف کی مد میں۔

ج۔ مکاتب ومدارس کی امداد کی مد میں۔

د۔ماہنامہ محکمات کے دوبارہ اجراء واشاعت کی مد میں۔

محمد عبدالرشید ندوی

جنرل سکریٹری

جمعية مركزيه تبليغ الاسلام

۹۸/۷۲ ناظر باغ کان پور-(یوپی)